بچوں کی اخلاقی تربیت کے لیے

سبق آموز کہانیوں کے ساتھ

چالیس حدیثیں

محمد افروز قادری چریاکوٹی

ڈاس یونیورسٹی کیپ ٹاؤن جنوب افریقہ



فیض گنج بخش بک سنٹر

بأبِي أنتَ وأمّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمّيُّ

تفصیلات

کتاب : چالیس حدیثیں
موضوع : بچوں کے اَخلاق وکردار کی حسن تعمیر
تالیف : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی
نظرثانی : حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری
کتابت : اَرشد قادری گھوسوی
صفحات : چھیانوے (۹٦)
اشاعت: ۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء
طبع اوّل: گیارہ سو (1100)
قیمت : /روپے
تقسیم کار: اِدارہ فروغِ اِسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا.

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّکَ أنتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ o

فہرست

بچوں سے دو باتیں

عزیز بچو! پہلے تم یہ ذہن نشیں کرلو کہ دنیا میں وقت سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں، بلکہ یہ سمجھو کہ وقت ہی زندگی ہے جس نے وقت کی قدر نہیں کی اور اُسے یوں ہی برباد کرتا رہا تو اُس نے گویا اپنی عمرِ عزیز کو بے کار ضائع کر دیا۔

تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بلا وجہ پیدا نہیں کیا تو پھر ہم تو 'اَشرف المخلوقات' ہیں وہ بھلا ہمیں بلا مقصد کیوں پیدا کرے گا۔ تو آؤ قرآن سے پوچھیں کہ ہماری پیدائش کا کیا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالاِنْسَ إلَّا لِيَعْبُدُونِ ٥ (سورۂ الذاریات:۵۶)

اور میں نے جنات اور اِنسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

جب تمہیں اپنی پیدائش کا مقصد معلوم ہو گیا تو تمہیں کبھی بھی اپنے مقصد سے غافل اور بے نیاز نہیں ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اِس دنیا میں جن لوگوں نے اپنے مقصد کو پیش نظر رکھا وہ یہاں سے کامیاب و سرخرو ہو کر گئے اور یقیناً آخرت میں بھی وہ خوش اَنجام ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے اپنی پیدائش کا کوئی مقصد ہی نہیں جانا فضول وعبث کاموں میں لگ کر عمر برباد

کر چلے، دنیا میں ممکن ہے انھیں کچھ جاہ وشہرت مل گئی ہو؛ مگر ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا!۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے لیے ایک نمونہ اور آئیڈیل بنا کر بھیجا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے اُن کے نقش قدم کی پیروی کی' وہ زِندگی کے ہر محاذ پر شاد کام ہوتے ہوئے اپنے مالک ومولا سے جا ملے؛ لہٰذا آؤ ہم بھی اپنے نبی کی بتائی ہوئی سنت اور اُن کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عہد کریں؛ تاکہ دونوں جہان کی کامیابیوں میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے؛ کیوں کہ کامیابی کی ہر خیرات' پیارے مصطفیٰ کی دہلیز ہی سے تقسیم ہوتی ہے۔

نونہالو! تم زندگی کے جس موڑ پر کھڑے ہو وہ بڑا ہی نازک موڑ ہے، عادتیں وہیں سے بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اَخلاقی تربیت کا یہ تحفہ میں تمھیں اِسی لیے پیش کر رہا ہوں؛ تاکہ ایک قابل رَشک زندگی کی تعمیر میں تم اِس سے کچھ روشنی حاصل کرسکو۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ اللہ تمھارے نصیب اَچھے کرے، تمھیں سدا خوش رکھے، اور ایک اَچھا اِنسان بنائے۔

-: خیر اندیش :-

اَبو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ اَفریقہ

تقریظ جمیل

مصلح ملت مبلغ اِسلام حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری -دامت برکاتہم العالیہ-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي وَ نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِيْن

بچوں کی تربیت اور اُن کو اِسلامی تعلیم سے آراستہ کرنا والدین پر فرض ہے حتیٰ کہ یہ نفل عبادت سے بھی بہتر ہے۔قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے :

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ o (سورۂ تحریم:٦٦/٦)

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کے اِیندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

آدمی کے اَہل میں آل اَولاد بھی ہے بلکہ اَولاد کو خاص درجہ حاصل ہے؛ اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اَولاد کو دینی تعلیم دلائیں، اگر اِس میں غفلت برتی گئی تو اِس کا خمیازہ انھیں تو بھگتنا ہی پڑے گا خود اِس دنیا میں بھی انھیں اِس کے بھیانک نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا اور والدین سے قیامت میں بھی باز پرس ہوگی؛ چنانچہ مفسر قرآن صدرُ الافاضل -علیہ الرحمہ- مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری اِختیار کر کے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر، اور گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کر کے اور انھیں علم واَدب سکھا کر (جہنم کی آگ سے خود اور گھر والوں کو بچاؤ)۔

یعنی والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کے عذاب سے بچانے کی فکر کریں اور صرف اپنی فکر میں نہ رہیں کہ یہ خودغرضی ہے۔ قرآن خودغرضی کا سخت مخالف ہے، وہ اِرشاد فرماتا ہے :

تَعَاوَنُوا عَلَى البِرِّ وَ التَّقْوىٰ وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الاِثْمِ وَ العُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ٥ (سورۂ مائدہ: ۵/۲)

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ قُوا اَنْفُسَكُمْ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اپنے آپ کو تو دوزخ سے بچانے کا مطلب سمجھ میں آ گیا، اپنے اہل وعیال کو کیسے بچائیں؟، اِرشاد فرمایا: تم اس طرح انھیں بچاؤ کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں منع کیا ہے اپنے اہل وعیال کو بھی اُن سے روکو اور جن کاموں کو بجالانے کا حکم دیا ہے تم اُن کو بھی حکم دو کہ وہ انھیں بجالائیں۔ (تفسیر قرطبی: ۱۸/۱۷۳)

بعض علما نے کہا: (قُوا اَنْفُسَكُمْ) سے آدمی کی اپنی ذات اور اولاد بھی مراد ہے، اور وَ اَهْلِيكُمْ سے دیگر اَفرادِ خانہ بیوی، غلام، لونڈی اور خدام وغیرہ؛ لہٰذا ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو، اپنی بیوی اور خدام کو عذاب سے بچانے کی کوشش کرے یعنی اُن کو دین کی تعلیم دے یا دِلائے۔

سرکارِ ذی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے اَولاد کی تعلیم وتربیت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا :

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نَحْلٍ أفْضَلَ مِنْ أدَبٍ حَسَنٍ. (۱)
یعنی اچھی تربیت اور اَدب سے بڑھ کر کسی باپ کا اپنے بیٹے کو کوئی عطیہ نہیں ہوسکتا۔

یہاں پر 'اَدبِ حسن' سے اچھی تربیت، اچھی نصیحت اور اَچھی تعلیم مراد ہے۔

اور اسی لیے سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو حکم دیا :

مُرُوا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلوٰةِ إِذَا كَانُوا سَبْعاً وَ اضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا كَانُوا عَشْرًا وَ فَرِّقُوا بَيْنَهُمُ الْمَضَاجِعَ. (۲)
یعنی اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں، اور ان کو اس کے لیے مارو جب وہ دس سال کے ہوجائیں (اور نہ پڑھیں) اور ان کے درمیان بستروں کو علاحدہ کردو۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں؛ تاکہ وہ بے راہ روی کا شکار نہ ہوجائیں۔ آج کے بچوں اور بچیوں کو جب ہم عصری اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں ڈالتے ہیں تو یہ نہیں دیکھتے کہ وہاں لادینی تعلیم دی جاتی ہے اور اِسلامی اُصولوں سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ زبان وفن کی تو تعلیم وہاں ہوسکتی ہے؛ لیکن اِسلامی اَدب اور دینی تہذیب کے لیے خود توجہ دینی ضروری ہے۔

(۱) سنن ترمذی: ۲۰۶/۷ حدیث: ۱۸۷۵...... مسند احمد: ۴۲۰/۳۰ حدیث: ۱۴۸۵۶...... سنن کبریٰ بیہقی: ۸۴/۳...... معجم کبیر طبرانی: ۴۵۸/۱۰ حدیث: ۱۳۰۵۶...... سنن دارقطنی: ۴۸۱/۲ حدیث: ۸۹۹...... مسند عبد بن حمید: ۴۰۴/۱ حدیث: ۳۶۴...... کنز العمال: ۴۵۶/۱۶ حدیث: ۴۵۴۱۱...... موسوعۃ اطراف الحدیث: ۲۵۳۱۵۰/۱ حدیث: ۲۵۲۵۵۰۔
(۲) مسند احمد: ۴۴۰/۱۳ حدیث: ۶۴۰۲...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۲/۱...... سنن کبریٰ بیہقی: ۲۲۹/۲...... سنن دارقطنی: ۴۹۵/۲ حدیث: ۹۰۰...... موسوعۃ اطراف الحدیث: ۲۵۷۵۹۷/۱ حدیث: ۲۵۷۱۱۷...... موسوعۃ التخریج: ۱۹۳۵۳/۱۔

آج ہم صرف تعلیم کی دھن میں شریعت کی ساری حدوں کو فلانگ جاتے ہیں اور انجام سے بھی بالکل بے پرواہ رہتے ہیں، اور جب برے نتائج سامنے آتے ہیں تو کف افسوس ملنے کے سوا چارہ نہیں رہتا؛ لہٰذا اِس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کو رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اُن کی پیاری پیاری باتوں سے قریب کیا جائے، انھیں وہ اَحادیث طیبہ سنائی جائیں جو اُن کے دل و دماغ کو پاکیزگی عطا کریں اور زمانے کی زہریلی فضاؤں کے برے اَثرات سے محفوظ رکھ سکیں۔

یہ چالیس اَحادیثِ مبارکہ کا حسین گلدستہ چالیس نصیحت انگیز اور عبرت آموز حکایات کے ساتھ اِسی لیے پیش کیا جارہا ہے تاکہ انھیں ہمارے بچے پڑھیں اور اپنے مستقبل کو روشن کریں۔ اِسے عزیزی مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی -حفظہ ربہ وزید علمہ- نے بڑی محنتوں سے بچوں کے لیے سجایا بنایا ہے۔

اَدبِ اَطفال پر لکھنے اور توجہ دینے والے آج بہت کم ہیں۔ مولانا موصوف نے اس موضوع پر ایک اچھی کتاب لکھ کر بڑا اہم کام کیا ہے۔ اندازِ بیان بھی اچھوتا اور نادر ہے اور ساتھ ہی نہایت مؤثر بھی کہ ایک ایک حکایت بیان کرکے اس سے متعلق حدیثیں تلاش کرکے پیش کردی ہیں۔ بچے چوں کہ کہانیوں اور واقعات سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اس لیے یہ اَنداز ضرور مفید ہوگا اور یہ کتاب انشاءاللہ مقبول بھی ہوگی۔

میری گزارش ہے کہ والدین اپنے بچوں کو اور مدارس و مکاتب کے اَساتذہ اپنے طلبہ کو اِس کتاب کے مطالعہ کی تلقین کریں؛ بلکہ مدارس کے ذمہ دار حضرات اسے بچوں کے کورس میں داخل کردیں تو مطالعے و اِستفادے کی راہ اور زیادہ آسان ہوجائے گی۔

وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علی خیر خلقہ محمدنِ النبی المصطفیٰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم.

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، انڈیا (۲۷۶۴۰۴)

خادم: دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا (۲۷۶۱۲۹)

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ......مطابق: ۱۶ر جنوری ۲۰۱۰ء۔

[۱]

بے غرض نیکی

ایک نیک عورت کہیں گاڑی میں سوار جارہی تھی کہ اُسے سڑک پر چھوٹی عمر کا ایک لڑکا نظر آیا، جو ننگے پاؤں چلا جارہا تھا اور بہت تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا، یہ دیکھ کر نیک عورت نے ڈرائیور سے کہا: غریب لڑکے کو گاڑی میں بٹھالو، اُس کا کرایہ میں اَدا کردوں گی۔

اس کے بیس سال بعد اُسی سڑک پر ایک کپتان' گاڑی پر سوار چلا جارہا تھا، اُس کی نظر اِتفاقاً ایک بوڑھی عورت پر جا پڑی، جو تھکی ہوئی چال سے پیدل چل رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کپتان نے ڈرائیور کو حکم دیا کہ گاڑی روک کر اس بوڑھی عورت کو بھی ساتھ بٹھالو، اِس کا کرایہ میں اَدا کردوں گا۔

جب منزل پر ساری سواریاں گاڑی سے اُترنے لگیں تو بوڑھی عورت نے کپتان کا شکریہ اَدا کرکے کہا کہ اِس وقت میرے پاس کرایہ اَدا کرنے کے لیے دام نہیں ہے۔

کپتان نے کہا تم بالکل فکر نہ کرو، میں نے کرایہ دے دیا ہے؛ کیوں کہ مجھے بوڑھی عورتوں کو پیدل چلتے دیکھ کر ہمیشہ ترس آجاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ

کوئی بیس سال ہوئے جب میں غریب لڑکا تھا، مجھے اِسی جگہ کہیں آس پاس سڑک پر ننگے پاؤں پیدل چلتے دیکھ کر ایک رحم دل عورت نے گاڑی میں بٹھا لیا تھا۔ بوڑھی عورت نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا: کپتان صاحب! وہ عورت یہی کم نصیب بڑھیا ہے؛ مگر اب اس کی حالت اِتنی بگڑ گئی ہے کہ وہ اپنا کرایہ بھی نہیں دے سکتی۔

کپتان نے کہا: نیک بخت اَماں! اب آپ اِس کا کوئی غم نہ کریں، میں نے بہت سارو پیہ کما لیا ہے، اور زندگی کے باقی دن آرام سے کاٹنے کے لیے وطن آرہا ہوں، تم جب تک زندہ رہوگی میں بڑی خوشی سے تمہاری خدمت کروں گا۔ یہ سن کر بوڑھی عورت شکریہ اَدا کرتی ہوئی رو پڑی اور کپتان کو دعائیں دینے لگی۔ اور پھر کپتان تمام عمر اُس کی مدد کرتا رہا۔

پیارے بچو! دیکھو ہمارے آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کتنا سچا ہے :

”ہر نیکی کا بدلہ دَس گنا زیادہ کر کے ملتا ہے“۔

إِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

(صحیح بخاری: ۸۹/۷ حدیث: ۱۸۴۰)

[۲]

آدھا کمبل

ایک دولت مند سوداگر کی بیوی مر گئی تھی، تھوڑے عرصے کے بعد وہ خود بھی دَمے کے مرض میں مبتلا ہو گیا تو اس نے اپنی کل جائداد اپنے نوجوان بیٹے کے نام کر دی۔

ہزاروں کی جائداد پا کر پہلے پہلے تو نوجوان لڑکا اور اس کی بیوی بچے سب سوداگر کی خوب اچھی طرح خاطر داری کرتے رہے؛ مگر برس چھ مہینے میں جوش ٹھنڈا ہو کر حالت یہ ہو گئی کہ علاج معالجہ بھی چھوٹ گیا اور کھانا بھی وہی ملنے لگا جو معمولی اَنداز کا گھر میں پکتا تھا؛ بلکہ ایک دن تو نوجوان بیٹے نے صاف کہہ دیا کہ بابا! آپ اپنی چارپائی ڈیوڑھی میں بچھالیں تو بہتر ہو کہ ہر وقت کھانستے رہنے سے بچوں میں بیماری پھیلنے کا اَندیشہ ہے۔

بیمار باپ کو صبر و شکر کے سوا چارہ ہی کیا تھا!، اُس نے کہا مجھے تو عذر نہیں مگر ایک کمبل اوڑھنے کو چاہیے کہ ابھی سردی باقی ہے۔

نوجوان نے چھوٹے بیٹے سے کہا: دادا کے لیے گائے کو اوڑھنے والا کمبل اُٹھا لاؤ۔ لڑکا جھٹ کمبل اُٹھا لایا، اور دادا سے کہا: لو دادا، اس میں سے آدھا تم

پھاڑ لو اور آدھا مجھے دے دو۔ دادا بولا: بھلا آدھے کمبل سے سردی کیا جائے گی؟، باپ نے بھی بیٹے سے کہا کہ دادا کو سارا ہی کمبل دے دو۔

جس پر چھوٹے لڑکے نے باپ کو مخاطب کر کے جواب دیا: گھر میں ایسا کمبل تو ایک ہی ہے، اگر سارا دادا کو دے دیا تو جب تم بوڑھے اور بیمار ہو کر ڈیوڑھی میں چار پائی بچھاؤ گے تو میں تمہیں کیا دوں گا!۔

نوجوان باپ لڑکے کی یہ بھولی بات سن کر سُن ہو گیا اور باپ سے معافی مانگ کر پوری اِطاعت اور خدمت کرنے لگا جس سے باپ بھی خوش ہو گیا اور اس کی اپنی عاقبت بھی سنور گئی۔

پیارے بچو! دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا تھا:

''اپنے باپ کی فرماں برداری کرو جب تک وہ حیات سے ہیں اور (کسی حال میں) اُن کی نافرمانی نہ کرو''۔

اَطِعْ أَبَاکَ مَا دَامَ حَیًّا وَ لاَ تَعْصِہٖ

(مسند احمد بن حنبل: ۱۳/ ۲۹۰ حدیث: ۶۲۵۲)

[۳]

بڑھیا کی جھونپڑی

کہتے ہیں کہ نوشیرواں نے شاہی محل بنوانا چاہا تو اُس کے چوکور بنانے کے لیے ایک طرف اُس قدر زمین کی ضرورت تھی جس پر ایک غریب بڑھیا کی جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔

سرکاری ملازموں نے بڑھیا سے زمین خریدنی چاہی؛ مگر اس نے بیچنے سے اِنکار کر دیا۔ نوشیرواں نے سنا تو حکم دیا کہ محل چوکور بنے نہ بنے مگر بڑھیا بے سہاری پر جبر نہ کرنا۔ بہر حال! شاہی محل ایک طرف ٹیڑھا ہی بن گیا۔

جب محل بن چکا تو بڑھیا نے دربار میں حاضر ہو کر عرض کیا: جہاں پناہ! سچ مچ شاہی محل اس جھونپڑی کی زمین لیے بغیر ٹیڑھا تر چھا اَچھا نہیں معلوم ہوتا؛ تو لیجیے اَب میری یہ زمین بے قیمت حاضر ہے۔

نوشیرواں نے پوچھا: تم نے پہلے دینے سے کیوں اِنکار کر دیا تھا؟۔ بڑھیا نے جواب دیا: صرف اِس لیے کہ دنیا بھر میں آپ کے اِنصاف کا ڈنکا بج جائے۔

اس پر نوشیرواں نے بڑھیا کو بہت سارا اِنعام واِکرام دے کر رخصت کیا، اُس کی زمین بھی نہ لی اور محل کو بدستور ٹیڑھا ہی رہنے دیا۔

عزیز بچو، دیکھو کہ نوشیرواں اور بڑھیا تو دونوں چل بسے؛ مگر انصاف کی یہ کہانی اَب تک لوگوں کو یاد ہے اور ہر ایک سے اُس منصف بادشاہ کی تعریفیں کرا رہی ہے۔ اسی طرح اگر ہر شخص اپنے ہر کام میں اِنصاف اور مروّت سے کام لیا کرے تو اس سے خالق بھی خوش ہوگا اور مخلوق بھی۔

پیارے بچو! دیکھو معلم اِنسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کتنی سچی ہے :

''عدل واِنصاف بہت اچھی چیز ہے لیکن اگر بادشاہوں اور بااِقتدار لوگوں میں ہو تو پھر کیا کہنے!''۔

العَدْلُ حَسَنٌ وَ لٰكِنْ فِي الأُمَرَاءِ أَحْسَنُ

(کنز العمال:۱۵/۸۹۶حدیث:۴۳۵۴۲)

[۴]

طریقہ شکر

شیخ سعدی شیرازی فارسی زبان کے ایک بہت بڑے شاعر گزرے ہیں، انھیں مبلغ اَخلاقیات بھی کہا جاتا ہے۔ ''گلستان'' اور ''بوستان'' اُن کی دو مشہور کتابیں ہیں، جن میں انھوں نے اَخلاق کا پرچار کیا ہے۔

اُن کے اَقوال زَرّیں زبان زدِ خاص و عام ہیں اور روزمرہ کی گفتگو میں اِستعمال ہوتے ہیں۔ بڑے بوڑھے شیخ سعدی کے پندو نصائح اپنے قصے کہانیوں میں بیان کرتے رہتے ہیں۔

ایک دفعہ شیخ سعدی کو حصولِ علم کی غرض سے شیراز سے بغداد کا سفر کرنا پڑا۔ اُس دور میں ریل گاڑی، موٹر کاریں یا ہوائی جہاز نہیں ہوتے تھے بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے گھوڑے، اُونٹ اور ہاتھی پر سوار ہوکر جانا پڑتا تھا، یا جو لوگ غریب ہوتے تھے وہ پیدل ہی سفر کرتے تھے۔

شیخ سعدی کے پاس بھی سواری کے لیے کوئی جانور نہ تھا؛ اس لیے وہ بھی پیدل ہی بغداد جارہے تھے۔

بغداد، شیراز سے کافی فاصلے پر تھا اور سعدی شیرازی پیدل تھے، پیدل چلتے چلتے اُن کا جوتا گھس کر ٹوٹ گیا اور ایسی حالت اِختیار کر گیا کہ سعدی کے لیے اُس جوتے کو پاؤں میں پہننا ممکن نہ رہا چنانچہ وہ ننگے پاؤں چلنے لگے۔

سفر ابھی بہت باقی تھا۔ ننگے پاؤں چلتے چلتے سعدی کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے، اور پھر چلنے سے وہ چھالے پھٹنے لگے اور تکلیف بڑھنے لگی، یہاں تک کہ شیخ سعدی تکلیف کی شدت سے کراہنے لگے، اب اُن کے لیے مزید چلنا دشوار ہو گیا، وہ ایک جگہ تھک کر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے گلہ کرنے لگے کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے رقم دی ہوتی تو میں یوں پیدل سفر نہ کرتا، نہ ہی میرا جوتا ٹوٹتا، نہ میرے پاؤں زخمی ہوتے اور نہ مجھے یہ تکلیف برداشت کرنا پڑتی!۔

ابھی شیخ سعدی بیٹھے یہی سوچ رہے تھے کہ انھیں ایک معذور شخص دکھائی دیا جس کے دونوں پاؤں سرے سے تھے ہی نہیں اور وہ کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا، پھر بھی وہ اپنے دھڑ کی مدد سے زمین پر بیٹھ کر خود کو گھسیٹ کر چل رہا تھا۔

سعدی نے جب یہ منظر دیکھا تو خدا سے معافی مانگی اور اس کا شکر یہ اَدا کیا کہ میرے دونوں پاؤں سلامت ہیں، میں کھڑا بھی ہو سکتا ہوں، چل بھی

سکتا ہوں۔ کیا ہوا جو میرے پاس رقم نہیں، سواری کا جانور نہیں یا جوتے نہیں!۔ اِس خیال کے آتے ہی سعدی نے دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔

پیارے بچو! دیکھو کہ شیخ سعدی کو اپنی غلطی کا اِحساس کس طرح ہوا۔ اِس سے پتا چلا کہ اِنسان کو ہر حالت میں خدا کا شکر اَدا کرتے رہنا چاہیے، اگر وقتی طور پر کوئی پریشانی یا مصیبت آجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے اُس کا گلہ نہیں کرنا چاہیے اور ہمیشہ اپنے سے کم مرتبہ لوگوں پر نگاہ رکھنا چاہیے کہ اس سے انسان کے اندر نعمت کی قدر اور خالق کے شکر کا اِحساس پیدا ہوتا ہے۔

عزیز بچو! دیکھو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کتنی پیاری نصیحت فرمائی ہے :

''انھیں دیکھا کرو جو تم سے کم تر ہیں
اور انھیں نہ دیکھو جو تم سے بالاتر ہیں''۔

اُنظُرُوا إلىٰ مَنْ أسْفَلَ مِنْكُمْ
وَ لاَ تَنْظُرُوا إلىٰ مَنْ هُوَ فَوقَكُمْ

(صحیح مسلم:۱۴/۲۱۳ حدیث:۵۲۶۴)

[۵]

ہرنی کی دعا

پرانے زمانے کی بات ہے۔ اَفغانستان کے ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا، اُس کا ایک غلام تھا جس کا نام سبکتگین تھا۔ وہ بہت بہادر عقل مند، اور رحم دل تھا، اُس کی انہی خوبیوں کی وجہ سے بادشاہ اُسے بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک روز کی بات ہے کہ سبکتگین گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل میں شکار کھیلنے گیا، وہ بڑا اچھا شکاری تھا؛ مگر اس روز ایسا اِتفاق ہوا کہ شام تک جنگل میں مارا مارا پھرنے کے بعد بھی کوئی شکار اُس کے ہاتھ نہ آیا۔

جب وہ واپس ہونے لگا تو ہرنی کا ایک بچہ اُس کے سامنے سے گزرا، اس نے جھٹ گھوڑے سے اُتر کر اُسے پکڑ لیا، پھر اُس کو گھوڑے کی کاٹھی کے ساتھ باندھ کر اپنے آگے رکھ لیا اور واپس شہر کی طرف چل پڑا۔

کچھ دیر کے بعد اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ ہرنی اُس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ہرنی کا بچہ بھی بری طرح تڑپ رہا تھا۔ سبکتگین کو یہ دیکھ کر ہرنی اور اُس کے بچے پر بڑا ترس آیا، وہ فوراً گھوڑے سے اُترا اور ہرنی کے بچے کو چھوڑ

دیا۔ بچہ آزاد ہوتے ہی اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ ہرنی نے بچے کو دودھ پلایا اور پھر اُسے ساتھ لے کر جنگل کی طرف چلی گئی۔ وہ بار بار مڑکر سبکتگین کی طرف دیکھتی تھی جیسے اس کا شکریہ اَدا کررہی ہو۔اس رات سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ اُس سے کہہ رہے ہیں :

اے سبکتگین! تم نے ایک بے زبان جانور پر رحم کھایا۔تمہارے اِس کام سے اللہ بے پناہ خوش ہوا ہے اور صلے میں اُس نے تمہیں بادشاہت بخش دی ہے۔

اس خواب کے کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی سبکتگین سے کردی۔ بادشاہ کے یہاں سوائے بیٹی کے اور کوئی اَولاد نہ تھی؛ اس لیے اس کے مرنے کے بعد سبکتگین افغانستان کا بادشاہ بن گیا، اس طرح ہرنی پر رحم کرنے کی وجہ سے ایک معمولی غلام کو ایک ملک کی بادشاہت مل گئی۔

پیارے بچو! ہمیشہ جانوروں پر رحم کیا کرو، انھیں بے جا تنگ نہ کیا کرو۔ دیکھو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمت کو کتنی اچھی تعلیم دی ہے :

’’اِن بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو

(اور ان کے ساتھ رحم و مروّت کا معاملہ کرو)‘‘۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ البَهَائِمِ المُعْجَمَةِ

(سنن ابوداؤد:۷/۹۰ حدیث:۲۱۸۵)

﴿۶﴾

علم کی شمع

سلطان محمود غزنوی' اَفغانستان کے بادشاہ سبکتگین کا بیٹا تھا، وہ ایک بہادر سپاہی، تجربہ کار جرنیل، اِنصاف پسند بادشاہ اور سچا مسلمان تھا۔ وہ عالموں کا بہت بڑا قدر دان تھا۔ بڑے بڑے اَہل علم ودانش اس کے دربار میں جمع ہوتے تھے۔

محمود ابھی چھوٹی عمر ہی کا تھا کہ ایک رات وہ کسی کام سے محل سے باہر گیا۔ اُس زمانے میں سڑکوں اور گلیوں میں روشنی کا اِنتظام نہیں ہوتا تھا، صرف بڑے بڑے چوراہوں پر کھمبوں کے ساتھ چراغ لٹکا دیے جاتے تھے۔ محمودؔ محل سے باہر نکلا تو شاہی خادم چراغ اُٹھائے اُس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

ایک جگہ وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کھمبے میں ایک چراغ لٹک رہا ہے، اور اُس چراغ کے نیچے ایک لڑکا کتاب پڑھ رہا ہے۔ محمود اس کے پاس آ کر رُک گیا اور اُس سے پوچھنے لگا: تم کون ہو؟۔

لڑکے نے اَدب سے جواب دیا: حضور! میں ایک طالب علم ہوں۔

محمود نے پوچھا: اِس وقت یہاں کیوں کھڑے ہو؟۔

لڑکے نے جواب دیا: حضور! میرے ماں باپ بہت غریب ہیں، میرے لیے چراغ کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے؛ اس لیے میں یہاں آجاتا ہوں، اور سرکاری چراغ کے نیچے کھڑے ہو کر سبق یاد کرتا ہوں۔

محمود نے یہ سن کر اپنے ایک خادم کی طرف دیکھا اور اس سے کہا: تم اس لڑکے کے ساتھ جاؤ اور یہ چراغ اور ایک سال کے لیے تیل کا خرچ اِس کے گھر دے آؤ۔

خادم چراغ لے کر لڑکے کے ساتھ اُس کے گھر گیا اور چراغ اور اُس کے ساتھ ایک سال کے لیے تیل کا خرچ دے آیا۔

اس رات محمود جب بستر پر لیٹا تو اسے خواب میں ایک بزرگ نظر آئے، انھوں نے فرمایا:

محمود! تم نے ایک غریب طالب علم کے گھر میں جس طرح علم کی شمع روشن کی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارا نام روشن کرے گا۔

چنانچہ جب محمود غزنوی بادشاہ ہوا تو اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے

اور یہاں اِسلام کا بول بالا کیا۔

اِسی وجہ سے مسلمان اُسے غازی اور مجاہد سمجھتے ہیں اور اِسلام کی تاریخ میں اُس کا نام شمع کی طرح روشن ہے۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ ایک غریب کی مدد نے محمود غزنوی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا!۔کیا خوب فرمایا ہے ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے :

''جو کسی تنگ دست کی پریشانی دور کرتا ہے اللہ دنیا اور آخرت میں اُس پر آسانی کے راستے کھول دیتا ہے''۔

مَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ
عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

(صحیح مسلم:۱۳/۲۱۲ حدیث:۴۸۶۷)

[۷]

عقل مند شاگرد

حضرت جنید بغدادی ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ اُن کے بہت سے مرید اور شاگرد تھے۔ اُن میں ایک شاگرد ایسا تھا جس کے ساتھ آپ بہت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ حضرت جنید کے دوسرے شاگردوں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ انھوں نے ایک روز اُن سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ آخر وہ بھی ہماری ہی طرح آپ کا شاگرد ہے، پھر آپ اُس کے ساتھ ہم سے زیادہ اچھا سلوک کیوں کرتے ہیں؟۔

حضرت جنید بغدادی نے جواب دیا: میرا یہ شاگرد اَخلاق واَدب اور علم ودانش میں تم سے بہت بڑھا ہوا ہے، اسی وجہ سے میں اُسے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ تمہاری تسلی کے لیے ایک روز اُس کا اِمتحان بھی ہو جائے گا۔

اس کے چند روز بعد حضرت جنید بغدادی نے اپنے شاگردوں کو جمع کر کے انھیں ایک ایک مرغی اور ایک ایک چھری دی اور کہنے لگے: جاؤ اِن مرغیوں کو ایسی جگہ ذبح کرو جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

سب شاگرد گئے اور اپنی اپنی مرغی کو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لے آئے جہاں کوئی آدمی نہ تھا؛ مگر وہ شاگردِ رشید اسی طرح زندہ مرغی واپس لے آیا۔ حضرت جنید بغدادی نے اُس سے پوچھا: کیوں بھئی! تم نے مرغی کو ذبح کیوں نہیں کیا؟۔

شاگرد نے نیازمندی سے عرض کیا: حضور! مجھے ایسی کوئی جگہ نہیں مل سکی جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ میں جس جگہ بھی گیا وہاں اللہ تعالیٰ کو موجود پایا؛ اِس لیے مجبور ہوکر مرغی واپس لے آیا ہوں۔

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی نے اپنے دیگر شاگردوں سے فرمایا :

تم نے دیکھ لیا کہ جتنی عقل وبصیرت اِس میں ہے تم میں کسی کے اندر نہیں۔ بس یہی بات مجھے اِسے زیادہ عزت دینے پر مجبور کرتی ہے۔

پیارے بچو! حضرت جنید بغدادی کا یہ عمل ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس حدیث کے عین مطابق تھا :

''لوگوں کے ساتھ اُن کی عقل ودانش کے مطابق سلوک کیا کرو''۔

أَنْزِلُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُولِهِمْ

(المقاصد الحسنة: ۵۲/۱)

[۸]

درزی کی قینچی

حضرت عبداللہ حنیف اپنے زمانے کے مشہور ولی تھے۔ دو آدمی اُن کی شہرت سن کر بڑی دور سے اُن سے ملنے کے لیے آئے، جب وہ اُن کی خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ کے دربار میں گئے ہیں۔

اُن آدمیوں نے سوچا کہ یہ کیسا ولی ہے جو بادشاہوں کے دربار میں جاتا ہے، ولی تو وہ ہے جو دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ یہ سوچ کر انھوں نے حضرت عبداللہ حنیف سے ملنے کا خیال چھوڑ دیا اور خانقاہ سے نکل کر شہر کی طرف چل دیے۔ وہ شہر میں گھوم پھر رہے تھے کہ ایک درزی کی دکان پر نظر پڑی، سفر میں اُن کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے، انھوں نے درزی سے سوئی دھاگا لیا اور اپنے کپڑے مرمت کرنے بیٹھ گئے۔

وہ دونوں تو اپنے کام میں لگے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور موقع پا کر درزی کی قینچی اُٹھا کر لے گیا۔ درزی اپنے کام میں مصروف تھا اسے اس کی خبر نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد جب درزی کو قینچی کی ضرورت پڑی تو اس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر قینچی کہیں نہ پائی۔

اس نے خیال کیا کہ قینچی اِن دونوں آدمیوں نے ہی چرائی ہے، اس نے اُن سے قینچی مانگی۔ جب انھوں نے اِنکار کیا تو درزی نے شور مچایا کہ یہ دونوں چور ہیں۔ بہت سے لوگ شور سن کر جمع ہو گئے۔

اُن آدمیوں کو اُس شہر میں کوئی نہیں جانتا تھا تو اُن کا ساتھ کون دیتا!۔ چنانچہ درزی اُن دونوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں لے گیا اور کہنے لگا کہ یہ لوگ چور ہیں اِن سے میری قینچی دلوائی جائے۔ حضرت عبد اللہ حنیف بھی بادشاہ کے پاس بیٹھے تھے۔ انھوں نے اُن آدمیوں پر ایک نگاہ کی اور فراستِ مؤمنانہ سے فوراً ساری بات جان گئے، انھوں نے بادشاہ سے فرمایا :

یہ بے چارے تو درویش ہیں انھیں چوری سے کیا غرض!۔ یہ دراصل مجھ سے ملنے کی خاطر بڑی دور سے چل کر آئے ہیں۔ درزی کی قینچی کسی اور شخص نے اُٹھائی ہو گی۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ ایک اللہ والے کی نگاہ کہاں تک کام کرتی ہے!۔ یہی سبق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیا ہے :

"بندۂ مومن کی فراست (اور نگاہِ بصیرت) سے ہوشیار رہا کرو
کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتا ہے"۔

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ

(سنن ترمذی: ۳۹۹/۱۰ حدیث: ۳۰۵۲)

[۹]

اِیمان دار تاجر

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ –علیہ الرحمہ– فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔آپ ملک عراق کے ایک مشہور شہر کوفہ کے رہنے والے تھے اور کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔آپ کو ہمیشہ اِس بات کا خیال رہتا تھا کہ جو آمدنی بھی ہو وہ حق حلال کی ہو۔

ایک بار آپ نے اپنے ایک نوکر کو کپڑے کے کچھ تھان دیے کہ جا کر بازار میں فروخت کر آؤ، اُن میں سے ایک تھان میں کچھ خرابی تھی، آپ نے نوکر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ دیکھو! جب تم یہ تھان فروخت کرنے لگو تو گاہک کو بتادینا کہ اِس میں یہ خرابی ہے؛ تاکہ گاہک دھوکے میں نہ رہے۔

نوکر تھان لے کر بازار چلا گیا، اِتفاق ایسا ہوا کہ تمام تھان بڑی اچھی قیمت پر بک گئے؛ مگر نوکر کو اُس بات کا خیال نہ رہا جو اِمام ابوحنیفہ نے سمجھائی تھی، اس نے گاہک کو بتایا ہی نہیں کہ اِن میں سے ایک تھان خراب اور عیب دار ہے۔

تھانوں کی فروخت سے جو رقم ملی، نوکر اُسے لے کر خوش خوش گھر آیا اُس کا خیال تھا کہ یہ رقم دیکھ کر امام صاحب بہت خوش ہوں گے مگر جب نوکر نے وہ رقم آپ کے حوالے کی تو آپ نے اُس سے پوچھا:

کیا تم نے وہ خراب تھان گاہک کو دکھا دیا تھا اور اُسے بتا دیا تھا کہ اِس میں نقص ہے؟۔

کہا: حضور! مجھے تو خیال ہی نہیں رہا، گاہک نے تھانوں کی ایسی اچھی قیمت لگائی تھی کہ خوشی کے مارے میں آپ کی بات بھول ہی گیا!۔

یہ سن کر امام ابو حنیفہ نے رقم نوکر کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ یہ تمام رقم خیرات کر آؤ، یہ ہمارے لیے حلال نہیں۔

پیارے بچو! دھوکہ دہی اور کسی کی آنکھ میں دھول جھونکنا بڑی بری چیز ہے۔ دیکھو ہمارے امام ابو حنیفہ کا تقویٰ کیسا تھا!۔ اور اُن کا یہ عمل دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِس حدیث کا آئینہ دار تھا:

''جس نے کسی دھوکے سے کام لیا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

(صحیح مسلم:۱/۲٦٦ حدیث:۱۴٦)

{۱۰}

ماں کی خدمت

حضرت بایزید بسطامی -رحمۃ اللہ علیہ- اللہ تعالیٰ کے مقرب ولی تھے۔ آپ اپنی والدہ کی خدمت کو سب سے بڑی عبادت اور اُن کی رضامندی کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت جانتے تھے۔

ایک رات والدہ نے اُن سے پانی مانگا۔ حضرت بایزید پیالہ لے کر پانی لینے گئے، صراحی کو دیکھا تو وہ خالی پڑی تھی، کسی اور برتن میں بھی پانی نہیں تھا، پھر کیا ہوا کہ آپ پانی کی تلاش میں دریا کی طرف چل دیے۔

اُس رات سخت سردی پڑ رہی تھی، جب آپ دریا سے پانی لے کر واپس ہوئے تو والدہ سو چکی تھیں۔ حضرت بایزیدؒ پیالہ لے کر والدہ کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو گئے۔

سردی کی وجہ سے آپ کو بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی؛ مگر آپ نے والدہ کی خدمت پر اپنے آرام کو قربان کر دیا، اور پانی کا پیالہ لیے چپ چاپ کھڑے رہے کہ نہ معلوم کب والدہ کو پیاس ستائے، وہ پانی کی طلب میں اُٹھیں اور میں غائب ہوں۔

کچھ دیر بعد آپ کی والدہ کی آنکھ کھلی تو انھوں نے دیکھا کہ آپ پانی کا پیالہ لیے کھڑے ہیں۔ والدہ نے اُٹھ کر پانی پیا اور کہنے لگیں :

بیٹے! تم نے اِتنی تکلیف کیوں اُٹھائی، پانی کا پیالہ میرے بستر کے قریب رکھ دیتے، میں اُٹھ کر خود پی لیتی۔

حضرت بایزید نے جواب دیا: آپ نے مجھ سے پانی مانگا تھا، مجھے اِس بات کا ڈر تھا کہ جب آپ کی آنکھ کھلے گی تو کہیں میں آپ کے سامنے حاضر نہ ہوں۔ والدہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور انھیں دعائیں دینے لگیں۔

پیارے بچو! ماں کی خدمت نے حضرت بایزید کو ولایت وکرامت میں اعلیٰ مقام عطا کر دیا تھا۔ دیکھو حضور رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ماں کے تعلق سے کتنی بڑی بات فرما گئے ہیں، اور اِس بات کو آپ نے بہ تکرار تین بار فرمایا :

''میری وصیت ہے کہ ہر شخص اپنی ماں کی خدمت واِطاعت بجالائے''۔

أُوْصِي امْرَأً بِأُمِّهِ

(سنن ابن ماجہ:۱۱/۴۸ حدیث:۳۶۴۷)

[۱۱]

خوش اَخلاقی

ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک نصیر الدین بادشاہ بھی گزرا ہے، وہ بہت ہی نیک اور سادہ دل اِنسان تھا۔ سرکاری خزانے سے اپنے لیے ایک پیسہ بھی نہ لیتا تھا۔ گزر اَوقات کے لیے اُس نے خوش نویسی اِختیار کی، کلام پاک اور دوسری کتابیں لکھ کر اُن کی آمدنی سے اپنے اِخراجات پورے کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی رئیس' نصیر الدین بادشاہ سے ملنے آیا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک کلام پاک دِکھایا۔ رئیس اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا، پھر غور سے ملاحظہ کر کے بولا: اس میں کچھ غلطیاں ہیں ان کو درست فرما لیجیے گا۔

رئیس کی نکالی ہوئی غلطیاں حقیقت میں غلطیاں نہ تھیں، پھر بھی نصیر الدین نے بالکل برا نہ مانا بلکہ مسکرا کر اُس کا بہت شکریہ اَدا کیا۔ جن غلطیوں کی اُس نے نشان دہی کی تھی اُن کے گرد حلقہ بنا دیا؛ تا کہ بعد میں اُن کی اِصلاح کر دی جائے۔

اُس وقت جو لوگ وہاں موجود تھے بادشاہ کی خوش اَخلاقی دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ رئیس کے چلے جانے کے بعد بادشاہ نے سب حلقے مٹا دیے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو بادشاہ نے فرمایا :

مجھے معلوم تھا کہ غلطی کوئی نہیں ہے؛ مگر میں اپنے مہمان کو شرمندہ کرنا یا اُس کا دل دُکھانا نہیں چاہتا تھا؛ اِسی لیے اپنی غلطیوں کا اِقرار کر کے اُن کے گرد حلقہ بنالیا اور اَب وہ حلقے مٹا دیے۔

بادشاہ کی خوش اَخلاقی سے درباری بہت متاثر ہوئے، وہ حیران تھے کہ اتنے بڑے بادشاہ نے ایک معمولی سے رئیس کی دل جوئی کے لیے اتنے زبردست اَخلاق کا مظاہرہ کیا!۔

پیارے بچو! بادشاہ کا یہ اعلیٰ اَخلاق دراصل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس فرمان کی اِتباع میں تھا :

''جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر اِیمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ خوب اچھی طرح اَپنے مہمان کی عزت وتکریم کرے''۔

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الیَومِ الاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ

(صحیح بخاری: ۱۸/۴۳۷ حدیث: ۵۵۵۹)

[۱۴]

اللہ کا خوف

بصرہ کا ایک اَمیر زمیندار جب اپنے ایک باغ میں گیا تو اپنے ہی نوکر مالی کی نوجوان بیوی کو دیکھ کر صبر وقرار کھو بیٹھا، اور اُس کی غریبی سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہا۔ زمیندار نے مالی کو تو کسی کام کے لیے باغ سے باہر روانہ کردیا، اور اُس عورت کی جھونپڑی میں داخل ہو کر کہا: دروازے بند کردو۔

مالی کی عورت نے کہا: میں سب دروازے بند کرسکتی ہوں؛ لیکن ایک دروازہ نہیں بند کرسکتی۔ زمیندار نے پوچھا: وہ کون سا دروازہ ہے؟۔

اس عورت نے جواب دیا: جو میرے اور خدا کے درمیان ہے۔

اس کی یہ بات زمیندار کے دل میں تیر بن کر اُتر گئی، وہ بہت متأثر ہوا، اور فوراً عورت سے معافی مانگی اور خدا کی بارگاہ میں سچی توبہ کی۔

پیارے بچو! دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کتنی سچی ہے :

''جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو''۔

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ

(سنن ترمذی: ۲۶۲/۷ حدیث: ۱۹۱۰)

﴿۱۳﴾

مظلوم کی بد دعا

ایک امیر آدمی، غریب لکڑ ہاروں سے بہت ہی کم داموں پر لکڑیاں خرید لیا کرتا تھا اور انھیں مہنگے داموں، رئیسوں کے ہاتھوں فروخت کیا کرتا تھا۔

ایک فقیر نے اس آدمی کو اس ظلم سے منع کیا کہ یہ بات ٹھیک نہیں، کہیں اس سے تمھیں کوئی بھاری نقصان نہ اُٹھانا پڑ جائے؛ مگر اس آدمی نے فقیر کی ایک نہ سنی اور اپنا کام کرتا رہا۔

پھر ایک دن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُس آدمی کے گھر میں یکایک آگ لگ گئی، سب حیران تھے کہ آگ لگی کیسے؟۔

اسی وقت اُس فقیر کا وہاں سے گزر ہوا، اور اُس نے کہا: میں بتاتا ہوں کہ آگ کیسے لگی!۔

لوگوں نے پوچھا کہ بتاؤ تو اس نے جواب دیا :

غریبوں کی آہ اور مظلوموں کی بد دعا سے۔

پیارے بچو! کبھی کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیے۔

دیکھو کہ اگر اُس اَمیر آدمی کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث یاد ہوتی تو شاید وہ ایسی حرکت کبھی نہ کرتا :

’’مظلوم کی بددعا سے بچو؛ کیوں کہ اُس کی آہ کا اللہ کی بارگاہ سے براہِ راست (ڈائرکٹ) تعلق ہے،اس کے بیچ کوئی چیز حائل نہیں‘‘۔

اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

(صحیح بخاری:۳۲۱/۸حدیث:۲۲۶۸)

صبر، بہترین نعمت

دو مسافر ایک ساتھ سفر کر رہے تھے، گھومتے گھومتے یہ لوگ شہر خراسان میں پہنچ گئے۔ اُن دونوں ساتھیوں میں ایک نہایت نحیف ولاغر تھا اور وقت وقت سے کھانا کھاتا تھا۔ اور دوسرا نہایت تندرست وتوانا تھا اور صبح سے شام تک کچھ نہ کچھ کھاتا ہی رہتا تھا۔

اِتفاق سے خراسان کی پولیس نے اُن دونوں کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر گرفتار کرلیا، اور حوالات میں بند کردیا۔

جب تین دن کے بعد حوالات کا دروازہ کھلا تو یہ دیکھ کر سب حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ دُبلا پتلا لاغر آدمی زندہ سلامت ہے، اور ہنستا کودتا ہوا حوالات سے باہر آرہا ہے جب کہ موٹا تازہ پہلوان مرا پڑا ہے۔

معلوم ہوا کہ موٹا تازہ آدمی زیادہ کھانے والا تھا؛ اس لیے مصیبت برداشت نہ کرسکا اور مرگیا۔ اور لاغر آدمی کو تو صبر کی عادت تھی اس لیے اس نے صبر کیا اور سلامتی کے ساتھ قید سے نجات پائی۔

پیارے بچو! صبر سے بڑی کوئی دولت نہیں، جس کے اندر صبر کا مادہ ہوتا ہے وہ بڑی سے بڑی مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر لیتا ہے۔ دیکھو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبر کا کیا مقام بیان فرمایا ہے:

''صبر سے زیادہ بہتر اور اُس سے بڑھ کر کبھی کسی کو کوئی نعمت نہیں ملی''۔

مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَ أَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ

(صحیح بخاری:۶/۱۵۵ حدیث:۱۵۸۵)

[۱۵]

تصورِ موت

ایک بار مشہور بزرگ حضرت معروف کرخی -رحمۃ اللہ علیہ- کا وضو جاتا رہا تو آپ نے فوراً تیمّم فرمالیا۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! دریا بہت قریب ہے، پھر آپ نے تیمّم کیوں کیا؟۔

آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی بات بالکل بجا ہے؛ مگر مجھے اُمید نہیں کہ دریا کے پاس پہنچنے تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں!۔

پیارے بچو! حضرت معروف کرخی کی یہ سوچ دراصل آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اِس معروف حدیث کی پیداوار تھی :

''(موت کو دور نہ خیال کر بلکہ ہمہ وقت)

اَپنا شمار مردوں میں کیا کر''۔

عُدَّ نَفْسَکَ فِي أَهْلِ الْقُبُورِ

(سنن ترمذی: ۳۲۳/۸ حدیث: ۲۲۵۵)

[۱۹]

محنتی لوگ

ایک آدمی نے حاتم طائی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے آپ سے زیادہ کبھی کسی کو بلند ہمت اور بہادر دیکھا ہے؟۔حاتم نے جواب دیا: ہاں دیکھا ہے۔ اَمر واقعہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے چالیس اونٹ ذبح کیے تھے اور تمام اہل علاقہ کی دعوت کی تھی۔عین کھانے کے وقت میں کسی کام سے جنگل کی طرف نکل گیا۔وہاں ایک لکڑہارے کو دیکھا کہ محنت ومشقت کے ساتھ لکڑیاں کاٹنے میں مشغول ہے۔میں نے اس سے کہا: اے لکڑہارے! تو اس وقت یہاں دھوپ میں کیوں پریشان ہورہا ہے؟، جا حاتم طائی کے یہاں آج دعوتِ عام ہے، مزے لے لے کر کھا پی۔ یہ سن کر اس نے جواب دیا: جو لوگ اپنے ہاتھ سے کمائی کرنا اور محنت کرکے اپنا پیٹ بھرنا جانتے ہیں وہ حاتم کا اِحسان لینے کی ضرورت خیال نہیں کرتے۔

پیارے بچو! ہمارے آقا ﷺ نے ہمیں کتنی اچھی نصیحت فرمائی ہے :

وہ کمائی سب سے بہتر ہے جو اِنسان خود محنت کرکے کماتا ہے۔

اَفۡضَلُ الۡکَسَبِ عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ

(کنز العمال:۴/۹ حدیث:۹۲۲۴)

علم' وراثتِ نبوت

مصر میں دو اَمیر زادے تھے، ایک نے علم سیکھا اور دوسرے نے دولت کمائی حتیٰ کہ مصر کا بادشاہ بن گیا۔

پھر کیا ہوا کہ بادشاہ' عالم کو حقارت سے دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ دیکھو اِس نے علم سیکھنے میں وقت ضائع کیا اور آج نانِ شبینہ کو محتاج ہے۔ ایک میں ہوں کہ دولت کے حصول کی کوشش کے سبب آج عزیزِ مصر بن چکا ہوں۔

عالم نے اُس کی بات سن کر کہا: خدا کی نعمت کا شکر اَدا کرنا مجھ پر زیادہ واجب ہے؛ کیوں میں نے پیغمبروں کی میراث پائی ہے یعنی علم وحکمت۔ اور تجھے فرعون وہامان کا ترکہ ملا ہے یعنی مال ودولت۔

پیارے بچو! اُس عالم نے دراصل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث پاک کی طرف اِشارہ کیا تھا:

''علما' پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں جن کی وراثت علم ہوتی ہے''۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ

(صحیح بخاری:۱/۱۱۹)

[۱۸]

صرف خدا کے لیے

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کسی جنگ میں ایک کافر سے دو بدو لڑ رہے تھے۔اَثنائے جنگ حضرت علی نے حریف کو زمین پر گرا دیا اور قریب تھا کہ آپ اُس کا سر' تن سے جدا کر دیتے، اتنے میں اُس کافر نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔حضرت علی اُس کو چھوڑ کر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اُس کافر نے کہا: اے علی! کیا بات ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا جب کہ میں نے تمہارے ساتھ نہایت نازیبا حرکت کی ہے؟۔

آپ نے فرمایا: جب تک تو' تیری اور میری لڑائی صرف خدا کے لیے ہو رہی تھی؛ لیکن اَب میرے نفس کی جنگ بن گئی ہے؛ اس لیے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔کافر یہ شان دیکھ کر فوراً مسلمان ہو گیا۔

پیارے بچو! آقا علیہ السلام نے ہمیں یہی تو نصیحت فرمائی ہے :

''کوئی بھی کام کرو تو یہ نہ بھولو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔

اِعۡمَلۡ لِلّٰهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ

(شعب الایمان:۲/۱۱۷حدیث:۵۷۵)

[۱۹]

نیت پر مدار

ایک بادشاہ ایک مرتبہ شکار کو گیا اور جنگل میں اِتفاق سے راستہ بھول کر اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا، اور طرّہ یہ کہ شام ہو چکی تھی۔ بادشاہ پریشانی سے ایک سمت کو دیکھ رہا تھا۔ دور بہت دور گھنے درختوں کے درمیان تھوڑی سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ بادشاہ اسی طرف چلا اور وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت اور ایک نوجوان لڑکی ایک صاف ستھری جھونپڑی میں موجود ہیں۔

بادشاہ نے آگے بڑھ کر ضعیفہ کو سلام کیا اور رات میں پناہ لینے کی اجازت چاہی۔ بڑھیا نے بڑی خوشی سے مہمان کا اِستقبال کیا اور اُس کی خوب آؤ بھگت کی۔

بادشاہ نے دیکھا کہ بڑھیا کی جھونپڑی کے پاس ایک ایسی تندرست گائے بندھی ہے کہ اس قدر تندرست اور خوبصورت گائے شاہی محل میں نہ تھی۔ خیر صبح ہوئی اور بادشاہ جب جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ ضعیفہ کی لڑکی گائے کا دودھ نکال رہی ہے۔ بادشاہ حیران تھا کہ گائے نے قریباً ایک من دودھ دیا تھا۔

اسی وقت بادشاہ نے سوچا کہ ہو نہ ہو یہ جنگل کی گھاس کا اَثر ہے۔ اب

دارالحکومت پہنچتے ہی جنگل کو چراگاہ میں تبدیل کرادوں گا اور یہاں صرف شاہی مویشی ہی چرا کریں گے۔

بادشاہ کو چوں کہ راستہ نہیں معلوم تھا؛ اس لیے وہ ساتھیوں کی اُمید پر کہ تلاش کرتے ہوئے وہ ضرور آئیں گے دن بھر ٹھہرا رہا مگر کوئی نہ آیا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور گائے جنگل سے چل کر واپس آگئی تو ضعیفہ نے کہا: بیٹی! دودھ نکال لے، اَندھیرا ہوا چاہتا ہے۔ جب وہ لڑکی دودھ نکالنے بیٹھی تو خلافِ توقع دودھ بہت ہی کم نکلا۔ بڑھیا نے دودھ کی کمی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: لگتا ہے کہ ہمارے بادشاہ کی نیت میں کچھ فرق آگیا ہے۔

بادشاہ یہ سن کر دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا اور خدا سے توبہ کی۔ جب صبح کو پھر گائے دوہی گئی تو وہی کوئی ایک من کے قریب دودھ نکلا۔

پیارے بچو! نیت کے فتور کا کرشمہ تم نے دیکھا!۔ اِس لیے اپنی نیت ہمیشہ صاف رکھو اور کسی کی چیز دیکھ کر لالچ نہ کیا کرو۔ دیکھو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کتنا اچھا فارمولہ عطا کیا ہے :

’’مومن کی نیت اُس کے عمل سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے‘‘۔

نِيَّةُ الْمُؤمِنِ أَبْلَغُ مِنْ عَمَلِهِ

(مسند شہاب القضاعی: ۱/۲۳۷ حدیث: ۱۴۰)

[۲۰]

مذاق میں جھوٹ

بتاتے ہیں کہ پرانے زمانے میں ایک چرواہا اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ایک دن اس نے یوں ہی دل لگی کرتے ہوئے شور مچایا :

’’لوگو دوڑو دوڑو بھیڑیا آ گیا‘‘۔

بستی سے تمام لوگ دوڑ پڑے؛ مگر وہاں جا کر دیکھا کہ چرواہا مزے میں ہنس رہا ہے اور بکریاں صحیح وسالم چر رہی ہیں۔ وہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے اور واپس چلے گئے۔

اسی طرح ایک دن چرواہے کو پھر شرارت سوجھی اور بھیڑیا بھیڑیا کہتے ہوئے مدد کے لیے لوگوں کو پکارنے لگا۔لوگ اُس کی مدد کو دوڑے؛ لیکن پھر شرمندہ ہو کر واپس آنا پڑا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ سچ مچ بھیڑیا آ گیا، اَب وہ لاکھ شور مچاتا ہے اور آواز پر آواز دے رہا ہے؛ مگر کوئی مدد کو نہیں آیا کیوں کہ اَب اُس کا اِعتبار اُٹھ چکا تھا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ بھیڑیا اُس کی تمام بکریاں چٹ کر گیا۔

پیارے بچو! دیکھو ہمارے آقا نے ہمیں کتنی اچھی نصیحت فرمائی ہے اگر

اُس چرواہے کو یہ نصیحت یاد ہوتی تو وہ یقیناً اس بھاری نقصان سے بچ جاتا :

''مومن اُس وقت تک پکا مومن نہیں بنتا جب تک کہ
ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا ترک نہ کردے''۔

لَا یُؤمِنُ العَبدُ الإِیمَانَ کُلَّهُ حَتّٰی
یَترُکَ الکَذِبَ فِي المُزَاحِ

(مسند احمد:۴۵۳/۱۷ حدیث:۸۴۱۱)

[۲۱]

اِتفاق زندگی، اِختلاف موت

ایک دن کی بات ہے کہ کسی شکاری نے ندی کے کنارے اَپنا جال تان کر رکھ دیا۔ بہت ساری چڑیاں دانہ چگنے کی لالچ میں جال کے اندر جا پھنسیں۔ یہ دیکھ کر شکاری بہت خوش ہوا، اور دوڑ کر آیا کہ جلدی سے ساری چڑیوں کو پکڑ لے، لیکن جیسے ہی وہ جال کے قریب پہنچا تو ڈر کے مارے ساری چڑیاں ایک ساتھ ایسا بھاگیں کہ جال بھی ساتھ لے اُڑیں۔

یہ ماجرا دیکھ کر شکاری کے ہوش اُڑ گئے اور سوچنے لگا کہ آخر چڑیاں جال لے کر کیسے اُڑ گئیں؛ مگر وہ ہمت نہیں ہارا اور چڑیوں کے پیچھے لگ گیا۔

راستے میں اُسے ایک آدمی ملا اور پوچھنے لگا کہ تم اِس قدر تیزی سے کہاں بھاگے جا رہے ہو؟۔ شکاری نے آسمان میں اُڑتی ہوئی چڑیوں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اُن کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یہ سن کر وہ آدمی ہنس پڑا اور کہنے لگا: اللہ تم کو عقل وشعور دے، کیا تم سچ مچ سمجھ رہے ہو کہ اُن اُڑتی ہوئی چڑیوں کو اپنے قابو میں کر لوگے!۔

شکاری نے کہا: اگر جال میں صرف ایک چڑیا ہوتی تو شاید میں اسے

پکڑنے میں کامیاب نہ ہوسکتا؛ لیکن ابھی آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ میں انھیں کیسے پکڑ رہا ہوں!۔

شکاری کی بات بالکل درست نکلی۔ جب شام کا دھندلکا چھایا، تو ساری چڑیوں کو اپنے اپنے گھونسلے میں جانے کی فکر لاحق ہوگئی۔ پھر کیا ہوا کہ کسی نے جال کو لکڑیوں کی طرف کھینچ کر لے جانا چاہا، کسی نے جھیل کی طرف جانے کی کوشش کی، کسی نے پہاڑ کی چٹان کی طرف بھاگنا چاہا، اور کسی نے جھاڑیوں کا رخ کرنا چاہا؛ مگر ان میں سے کوئی کامیاب نہ ہوسکی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ ساری چڑیاں جال لے کر نیچے زمین پر گر پڑیں۔ شکاری خوش خوش آیا اور سب کو پکڑ کر لے گیا۔

بچو! تم نے دیکھا کہ اِتفاق میں کتنی طاقت و برکت ہے، اگر وہ ساری چڑیاں ایک سمت محوِ پرواز رہتیں تو شاید وہ کبھی شکاری کے چنگل میں نہ آتیں مگر جب اُن میں اِختلاف ہوا تو سب کی سب موت کے منہ میں چلی گئیں۔ اس لیے دیکھو کہ ہمارے پیارے آقا ﷺ نے ہمیں کتنا اچھا سبق دیا ہے :

”لوگو! آپس میں اِختلاف نہ کرو، جماعت کے ساتھ مل کر رہو کیوں کہ جو بکری ریوڑ سے الگ ہوجاتی ہے وہ بھیڑیے کا لقمہ تر بن جاتی ہے“۔

فَعَلَيْكُمْ بِالجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ القَاصِيَةَ

(سنن نسائی:۳/۳۶۳ حدیث:۸۳۸)

[۲۲]

شیر جب دوست بن گیا

بہت دنوں پہلے کی بات ہے کہ ایک شہر میں مجرم کو سزا دینے کا طریقہ بڑا ظالمانہ تھا۔ جب کوئی کسی جرم کا اِرتکاب کرتا تو لوگ اُسے بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیتے تھے۔ آج ایک بار پھر لوگ اس ہیبت ناک منظر کو دیکھنے کے لیے اِکٹھا ہوئے ہیں۔

آج کا مجرم ایک بھگوڑا غلام ہے۔ ایک اونچی سی چہار دیواری کے اندر پہلے غلام کو لاکر چھوڑ دیا گیا پھر ایک بھوکے شیر کو اس کے اَندر جانے کی اجازت دے دی گئی، شیر نے اپنے پنجہ سے اُس بے کس آدمی پر حملہ کرنے کی تیاری مکمل کرلی؛ مگر پھر اچانک کیا ہوا کہ وہ آگے بڑھ کر اُس غلام کے ہاتھ چاٹنے لگا۔

یہ دیکھ کر تماشائی حیرت میں پڑ گئے، اور غلام سے اُس کا ماجرا پوچھا، تو اُس نے جواب دیا: ایک دن میں نے اِس شیر کو ایک جنگل میں دیکھا کہ لڑکھڑاتا ہوا چل رہا ہے، دراصل اس کے پنجے میں ایک کانٹا چبھ گیا تھا جس کے باعث وہ بڑی تکلیف میں تھا۔ میں نے اس کی بیکسی پر ترس کھاتے

ہوئے اس کے کانٹے کو نکال دیا، اس دن سے ہم ایک دوسرے کے جگری دوست بن گئے ہیں۔

اس کہانی نے لوگوں کو بہترین سبق سکھادیا، اور انھوں نے شیر اور غلام دونوں کو آزاد کردیا۔ لوگوں کی حیرت اور حیرانگی اُس وقت اِنتہا کو پہنچ گئی جب دیکھا کہ شیر غلام کے پیچھے پیچھے ایسے چل رہا ہے جیسے پالتو بلی کسی کے ساتھ چلتی ہے۔

پیارے بچو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے :

''رحم ومروّت کرنے والوں پر اللہ رحمٰن ورحیم بھی رحم فرماتا ہے
زمین والوں پر رحم کرو آسمانی مخلوق تم پر رحم کھائے گی''۔

الـرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰـنُ، اِرْحَمُوا
مَنْ فِي الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

(سنن ترمذی: ۷/۱۶۱ حدیث: ۱۸۴۷)

[۴۲]

جلدی کا فیصلہ

ایک محلے میں دو ہمسائے پاس پاس رہتے تھے۔ایک بڑا لڑاکا تھا اور دوسرا دھیما اور دانا۔دانا کے یہاں کچھ مرغیاں پلی ہوئی تھیں؛مگر اس بات کا وہ ہمیشہ خیال رکھتا تھا کہ ہمسایوں کو تکلیف نہ ہو۔باہر جاتے وقت مرغیوں کو دانہ پانی دے کر بند کر جاتا اور جب گھر آتا تو کھول دیا کرتا تھا۔

ایک دن یہ گھر میں موجود نہ تھا کہ مرغیاں کسی طرح کھانچے سے باہر نکل آئیں اور انھوں نے لڑاکے ہمسائے کے گھر جا کر کہیں بیٹ کر دی،کہیں زمین کھود کھود کر گڑھے ڈال دیے؛الغرض ہر جگہ کوڑا کرکٹ پھیلا دیا۔

لڑاکے نے دیکھا تو مارے غصے کے بیسیوں ہی گالیاں دیں اور جل بھن کر ایک مرغی کی گردن بھی مروڑ ڈالی۔

یہ غصے میں بھرا ہوا ابھی بک ہی رہا تھا کہ دانا بھی آ پہنچا جس سے گھر والوں نے شکایت کی کہ اُس کے ہمسائے نے ناحق گالیاں دے کر اِتنا شور مچا رکھا ہے۔ذرا جا کر پوچھو تو سہی۔اگر جانور آپ سے آپ نکل گئے تو اِس میں ہمارا کیا قصور!۔

عقل مند نے سوچا کہ ایسے لڑاکے سے سمجھ داری کی اُمید فضول ہے۔ دانائی یہ ہے کہ اُس کی درستی کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ ہمسائے کے گھر گیا اور نرمی سے کہا: آج کسی طرح آپ سے آپ مرغیاں نکل گئی تھیں، مجھے افسوس ہے کہ انھوں نے آپ کو تکلیف پہنچایا۔ لایئے میں آپ کے صحن میں جھاڑو دے دوں اور کچھ نقصان ہوا ہو تو وہ بھی پورا کردوں۔

دانا کی اِن ملائم باتوں نے لڑاکے کے دل پر بڑا اَثر کیا؛ کیوں کہ اُسے تو ایک مرغی کا گلا گھونٹ دینے سے ہمسائے کی طرف سے لڑائی جھگڑے کا اندیشہ تھا۔ اُس نے فوراً دانا سے معافی مانگی اور پھر کبھی ایسی حرکت نہ کی جس سے دوسروں کو کوئی تکلیف پہنچے۔

پیارے بچو! کبھی بھی غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہیے، اور جب تک دوسرے کی بات نہ سن لی جائے کوئی فیصلہ نہیں دینا چاہیے۔ دیکھو اگر اس لڑاکے کو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارک یاد ہوتی تو وہ اپنی اِس حرکت سے باز رہتا:

”سوچ سمجھ کر کام کرنا محض اللہ (کی توفیق) سے ہوتا ہے،
اور جلدی کا عمل شیطان کی طرف سے ہوتا ہے“۔

الأَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَ العُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ

(سنن ترمذی: ۲۹۸/۷ حدیث: ۱۹۳۵)

[۲۱]

علم کی طاقت

کولمبس -جس نے اَمریکہ دریافت کیا تھا- ایک جہاز ران کا بیٹا تھا۔ ایسے لوگوں کو ستاروں کی چال بخوبی معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ اِسی علم پر جہاز رانی موقوف ہے۔

ایک دن کولمبس کو خیال آیا کہ سمندر کا دوسرا کنارہ بھی دیکھنا چاہیے۔ کیا عجب کہ اُدھر بھی کوئی ملک آباد ہو؛ چنانچہ شاہی دربار کی اِمداد سے دو جہاز لے کر بحری سفر پر روانہ ہوا اور ستاروں کی رہ نمائی سے اَمریکہ تک جا پہنچا۔

اِس وقت تو اَمریکہ دولت وسائنس کی کان بنا ہوا ہے؛ مگر اُس وقت جو لوگ وہاں رہتے تھے بالکل ہی جنگلی، وحشی اور طرح طرح کے وہموں میں پھنسے ہوئے تھے۔ کولمبس نے اُن پر حکومت جمانا چاہی تو وہ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔

کولمبس کے ساتھی چوں کہ تعداد میں کم تھے اور پھر وہ لڑائی میں بھی پورے نہیں اُتر سکتے تھے۔ بالآخر سوچتے سوچتے کولمبس کو یاد آ گیا کہ کل سورج گرہن لگنے والا ہے۔ اِس خیال کے آتے ہی اُس نے وحشیوں کے

سردار کو بلا کر کہا: دیکھو! اگر تم ہماری فرماں برداری نہیں کروگے تو میں سورج کو حکم دوں گا اور وہ تمہیں جلا کر راکھ کر دے گا۔

اُس وقت تو وحشی چپکے چپکے سنتے رہے؛ مگر دوسرے دن جب سورج کو واقعتاً گرہن لگنا شروع ہوا تو وہ سخت گھبرائے، اور کولمبس کو جادوگر اور کرشماتی ہستی سمجھ کر اُس کے پاس حاضر ہوگئے اور بخوشی اُس کی اطاعت قبول کر لی۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ علم میں کتنی طاقت ہے کہ جو کام بہت بڑی فوج نہ کر سکتی تھی وہ گتھی، علم کے ایک نکتے نے ذرا سی دیر میں کیسے سلجھا دی!۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِسی لیے تو علم سیکھنے کی ہمیں بہت زیادہ ترغیب دی ہے:

"علم حاصل کرو چاہے اُس کے لیے تمہیں
ملک 'چین' ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔

اُطْلُبُوا العِلْمَ وَ لَو بِالصِّينِ...

(کنز العمال: ۱۰/۱۳۸ حدیث: ۲۸۶۹۷)

[۲۵]

حسن سلوک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سربراہی میں جب مسلمانوں نے مکہ، فتح کرلیا تو اُس وقت آپ نے دیکھا کہ مکہ کی ایک ضعیف عورت سر پر ایک بھاری گٹھری لیے بھاگی جارہی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بوڑھی عورت پر ترس آیا کہ بڑھاپے کے باوجود اس نے سر پر گٹھری کا بوجھ اُٹھا رکھا ہے۔ چنانچہ آپ اس بڑھیا کے قریب آئے اور اُس سے وجہ پوچھی کہ وہ اِتنا بوجھ سر پر اُٹھا کر کہاں جارہی ہے؟۔

اُس بڑھیا نے کہا: اے بیٹے! میں محمد نامی ایک شخص کے خوف سے مکہ چھوڑ کر جارہی ہوں کہ کہیں وہ مجھ سے میرا مذہب نہ چھڑا دے۔ آپ اُس بڑھیا کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا: مائی اتنی بھاری گٹھری تو کیسے اُٹھائے گی، لا یہ بوجھ مجھے دے دے، میں تجھے تیری منزل تک پہنچا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ گٹھری اپنے سر پر اُٹھالی اور بڑھیا کے ساتھ چل پڑے، تمام راستے وہ بڑھیا محمد کو برا بھلا کہتی رہی اور آپ نہایت صبر و تحمل

سے سنتے رہے۔ پھر جب بڑھیا اپنی منزل پر پہنچ گئی تو آپ نے بڑھیا کی گٹھری اُس کے حوالے کر کے واپسی کی اِجازت چاہی۔ بڑھیا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بے حد شکریہ اَدا کیا اور کہا کہ اے سعادت مند انسان! میں تجھے ایک نصیحت کرتی ہوں کہ مکہ میں محمد آ گیا ہے، وہ بڑا جادوگر ہے، اُس سے بچ کر رہنا۔

آپ نے بڑھیا کی بات سن کر نہایت ملائمت سے فرمایا: مائی میں ہی وہ محمد ہوں جس کے خوف سے تو مکہ چھوڑ آئی ہے۔ بڑھیا نے جب یہ سنا تو وہ بہت شرمندہ ہوئی اور کہنے لگی کہ اگر آپ محمد ہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؛ کیوں کہ آپ دشمنوں کے ساتھ بھی اَچھا سلوک روا رکھتے ہیں۔

پیارے بچو! وہ بڑھیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق وکردار اور حسن سلوک سے اِس قدر متاثر ہوئی کہ اُس نے اپنا مذہب چھوڑ کر فوراً دین اِسلام قبول کر لیا۔ اچھے اَخلاق کی اہمیت کا اندازہ اِس حدیث سے لگاؤ :

’’میزانِ عمل پر اچھے اَخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی‘‘۔

مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ

(سنن ابوداؤد:۱۲/۴۲۱ حدیث:۴۱۶۶)

[۲۹]

بات ایک لکڑ ہارے کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک لکڑ ہارا تھا جو جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر لکڑیاں کاٹتا، انھیں پیٹھ پر ڈھو کر لاتا اور بازار میں فروخت کیا کرتا تھا۔ اُس سے تھوڑی بہت جو آمدنی ہوتی اُسی پر اُس کا گزر بسر ہوتا تھا۔ یہ کام اگرچہ بہت سخت اور تکلیف دہ تھا؛ مگر لکڑ ہارا کبھی اُس سے نالاں اور شکوہ کناں نہیں تھا۔

پھر کیا ہوا کہ اُس کے ایک پڑوسی نے بھی یہی کام شروع کر دیا؛ مگر فرق یہ تھا کہ اس کے پاس ایک گدھا تھا، وہ زیادہ لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور اُس سے کم قیمت پر بازار میں فروخت کیا کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر اُس کے اندر حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔

وہ سیدھا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گیا اور اِس طرح اپنی پریشانی بیان کرنا شروع کی:

آپ کو پتا ہے کہ میں ایک پیشہ ور لکڑ ہارا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لکڑیاں کاٹ کر جب میں اپنی پیٹھ پر لادتا ہوں تو بہت سے کانٹے چبھ جاتے

ہیں۔ مجھے بھی پرسکون زندگی جینے کی تمنا ہے۔ برائے کرم جب آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو میری مشکل بھی وہاں رکھ دیں اور میرے لیے ایک گدھے کی درخواست کر دیں جس پر میں لکڑیاں اُٹھا کر بازار لے جا سکوں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو آپ نے اُس غریب لکڑہارے کی فریاد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دی۔

جواب ملا: موسیٰ! یہ بندہ حسد کی آگ میں جل رہا ہے، جب تک وہ خود کو اِس مہلک بیماری سے نجات نہیں دلائے گا کبھی بھی چین سے نہیں رہ سکتا، اُس سے جا کر کہہ دینا کہ وہ اپنی اِس حرکت سے باز آ جائے۔

آج کل اُس دوسرے لکڑہارے کا گدھا بیمار ہے، اِس سے کہو کہ یہ اپنے پڑوسی کے گدھے کی شفا کے لیے دعا کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے اور اس کا گدھا ٹھیک ہو جاتا ہے تو میں اسے بھی ایک گدھا عطا کر دوں گا۔

جب حضرت موسیٰ نے آ کر اس غریب لکڑہارے سے ساری تفصیل بیان کی تو اس کے اندر موجود آتشِ حسد اور تیز ہو گئی، اور کہنے لگا :

میں کبھی بھی اپنے پڑوسی کے گدھے کی شفا کے لیے اللہ سے دعا نہیں مانگ سکتا۔ جو کچھ میرے پاس ہے میں اُسی میں خوش ہوں، اب مجھے خدا سے کسی گدھے کی طلب نہیں۔ میں تو یہی دعا کروں گا کہ اُس کا گدھا کبھی نہ

ٹھیک ہو، اور یہی میرے لیے بہت ہے۔

پیارے بچو! دیکھا تم نے کہ حسد کتنی بری چیز ہے!۔ جب تک یہ بیماری کسی کے اندر موجود ہو وہ کبھی بھی خوش نہیں ہوتا اور حسد کی آگ میں خود جلتا رہتا ہے۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی عمدہ نصیحت فرمائی ہے :

”حسد سے بچو؛ کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے
جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے“۔

إِيَّاكُمْ وَ الْحَسَدَ فَإِنَّ الحَسَدَ يَأْكُلُ
الحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الحَطَبَ

(سنن ابوداؤد:۱۳/۵۶ حدیث:۴۲۵۷)

۱۷

حاتم کی سخاوت

پہلے زمانے کی بات ہے کہ حاتم نامی ایک بہت ہی مال دار اور سخی شخص تھا۔اس کے پاس زندگی کی ہر سہولت بہم تھی۔ جانوروں سے بھی اسے گہرا شغف تھا۔اس کے پاس ''دھواں'' نامی ایک مشہور چتکبرا گھوڑا بھی تھا، جو اس کی آنکھ کا تارا تھا اور جسے وہ کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا چرچا زبان زدِ خاص و عام تھا۔لوگ اس کی برق رفتاری کی وجہ سے اُسے شاہین سے تعبیر کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ حاتم کی سخاوت اور اس کے خوبصورت گھوڑے کی شہرت اُس دور کے بادشاہ کے کانوں تک جا پہنچی۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ میں حاتم کی سخاوت کا اِمتحان لینا چاہتا ہوں، جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ بادشاہ نے تمہارا مشہور گھوڑا ''دھواں'' مانگا ہے۔دیکھو وہ کیا کرتا ہے!۔

دوسرے دن بادشاہ کے کارندے نکل پڑے اور سخت بادوباراں میں حاتم کے دربار تک پہنچے اور اس کے مہمان بن گئے۔

حاتم نے اُن کا پرجوش اِستقبال کیا اور خادموں کو حکم دیا کہ مہمانوں کے

لیے کھانے کا اِنتظام کیا جائے۔ جلد ہی خوان چن دیا گیا، اور گونا گوں قسم کی پُر تکلف ڈشیں میز پر سجا دی گئیں، اور سبھی لوگ اُس کے اِرد گرد کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد مہمانوں کو آرام دہ بستروں پر ڈال دیا گیا جہاں انھوں نے مزے کی نیند لی۔

دوسرے دِن جب مہمانوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو حاتم کے ہوش اُڑ گئے اور مارے افسوس کے اُسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

اس نے کہا: بڑے دُکھ کی بات ہے۔ جس وقت تم لوگ یہاں آئے اُسی وقت بادشاہ کی خواہش کا برملا اِظہار کیوں نہیں کر دیا!۔

مجھے پتا تھا کہ تم لوگ گھوڑے کے گوشت کے بڑے شوقین ہو۔ اور ہوا یہ کہ گزشتہ رات جب تم یہاں آئے، تو موسم کی خرابی اور سخت بارش کی وجہ سے میرے پاس تمہاری ضیافت کے لیے کچھ بھی نہیں تھا؛ چنانچہ گزشتہ رات میں نے تمہاری خاطر مدارات کے لیے وہی مشہور گھوڑا ''دھواں'' ذبح کر ڈالا؛ کیوں کہ اُس کے علاوہ کوئی اور چارہ ہی نہ تھا۔

پیارے بچو! حاتم کی یہ سخاوت اپنی جگہ! مگر وہ کبھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی؛ کیوں کہ آپ نے ایک عام آدمی کو سو اُونٹ عطا کر دیے تھے، اور بچو تمھیں پتا ہے کہ اُونٹ عرب کی سب

سے قیمتی متاع ہے۔ سخاوت کی اہمیت کا اندازہ ذیل کی حدیث سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے :

''سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے، جنت سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے (اور) جہنم سے دور ہوتا ہے''۔

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ

(سنن ترمذی: ۲۲۲/۷ حدیث: ۱۸۸۴)

[۲۸]

کنجوسی کی نحوست

خالد کا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تھا۔لیکن اس کا چچا بہت ہی کنجوس تھا، اور تنگی کی زندگی جیتا تھا؛ کیوں کہ وہ دولت نہ اپنے اوپر صرف کرتا تھا اور نہ کسی اور ہی کو دیتا تھا۔بس یہی وہ بات تھی جس کے باعث لوگ اُسے پسند نہیں کرتے تھے اور نہ کوئی عزت دیتے تھے۔

اس کی کوشش ہوتی تھی کہ جو کچھ اُس کے پاس ہو اسے اَشرفیوں میں تبدیل کرالے؛ کیوں کہ وہ اَشرفیوں کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھنا پسند کرتا تھا۔ایک دن اُس نے وہ ساری اشرفیاں اپنے باغ میں دفن کردیں۔ اَب ہر روز وہ باغ میں جاتا، اشرفیوں کو زمین سے نکالتا، ایک ایک کر کے انھیں گنتا اور پھر واپس وہیں زمین میں گاڑ دیتا تھا۔

ایک دن جب وہ باغ میں گیا تو اُسے اشرفیاں نہیں ملیں، یقیناً کسی نے چوری کرلی ہوں گی۔اَب وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

جب خالد کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے کنجوس چچا سے ملنے کے لیے

گیا اور کہا :

جو پیسے چلے گئے چلے گئے، اُن پر آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ آپ کے نہیں تھے۔ اگر وہ آپ کے ہوتے تو آپ انھیں باغ میں لے جا کر کبھی زیرِ زمین دفن نہیں کرتے؛ بلکہ اپنے مفید کاموں میں اسے استعمال کرتے، اِس سے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور عوام وخواص میں عزت کماتے۔

پیارے بچو! کنجوسی کتنی بری چیز ہے اس کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس سے اللہ کی پناہ چاہی ہے۔ نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں :

’’کنجوس اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے،
لوگوں سے دور ہوتا ہے (اور) جہنم سے قریب ہوتا ہے‘‘۔

الْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ
بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ

(سنن ترمذی: ۲۲۲/۷ حدیث: ۱۸۸۴)

[۲۹]

ایک روٹی

سخت ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔اور حسن' بیکری سے کچھ روٹیاں خرید کر گھر واپس لوٹ رہا تھا۔اچانک اُس کی نگاہ ایک مسکین اور کمزور کتے پر پڑ گئی۔ وہ اِتنا لاغر تھا کہ اُس کی ساری پسلیاں ایک ایک کر کے گنی جا سکتی تھیں۔

کتے کی نگاہ جب حسن کے جھولے میں پڑی روٹیوں پر پڑی تو وہ للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا اور زبان چلانے لگا۔

یہ کیفیت دیکھ کر حسن کا دل رحم و مروّت سے بھر آیا،اس نے کتے پر ترس کھاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا: اگر میں ایک روٹی اس بھوکے کتے کو دے دیتا ہوں تو میری ماں مجھ پر یقیناً ناراض ہوگی؛مگر پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ چلو ذرا دیر کے لیے ماں کی ڈانٹ سن لیں گے؛لیکن اِس کتے کا پیٹ تو بھر جائے گا۔یہ خیال آتے ہی اُس نے جھولا زمین پر رکھا اور اُس کے اندر سے روٹی نکال کر اسے توڑنے لگا تا کہ روٹی کے چھوٹے ٹکڑے کتا بآسانی کھا سکے۔

حسن کے پیچھے ایک دوسرا شخص بھی اِتفاق سے بیکری ہی سے آ رہا تھا

اس نے حسن کی باتیں سن لی تھیں تو اُس نے چپکے سے ایک روٹی زمین پر پڑے حسن کے جھولے میں ڈال دی۔

کتے کو کھلا کر حسن نے اپنا جھولا اُٹھایا اور لے کر گھر پہنچا؛ لیکن اُس وقت اُس کی حیرت کی اِنتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ جھولے کے اندر پوری اتنی ہی روٹیاں ہیں جتنی اُس نے بیکری سے خریدی تھیں۔

پیارے بچو! کاش حسن کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث معلوم ہوتی تو اُسے فیصلہ کرنے میں اتنی دیر نہ ہوتی اور وہ خوشی خوشی وہ کام کر گزرتا۔ حدیث میں ہے:

''صدقہ وخیرات کرنے سے کبھی مال میں کمی نہیں آتی''۔

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ

(صحیح مسلم: ۱۲/۴/۴۷ حدیث: ۴۶۸۹)

[۴۰]

صدائے بازگشت

رَمزی ایک شریر بچہ تھا اور اُسے ہمیشہ شرارت کی سوجھی رہتی تھی۔ اُس کا باپ کسی میدان میں کام کررہا تھا۔ ایک دن وہ اپنے باپ کا کھانا لے کر چلا۔ چوٹی کے اوپر چٹان کے پیچھے اُسے ایک سایہ نظر آیا، اس نے سمجھا ہو نہ ہو اوپر کوئی بچہ ضرور ہوگا جس کا وہ سایہ پڑرہا ہے۔ اس نے زور سے چیخ لگائی: ہے!!!!۔ چوٹی کے اوپر سے بھی ایک آواز آئی: ہے!!!!۔

رمزی کو پتا نہیں تھا کہ یہ صدائے بازگشت ہے اور میری اپنی ہی آواز پہاڑ سے ٹکرا کر واپس آرہی ہے۔ اس نے سمجھا کہ وہ بچہ چوٹی کے اوپر ہے جہاں سے وہ میرا مذاق اُڑا رہا ہے۔ اس نے غصہ میں لال پیلا ہوکر کہا: ''گھبراؤ نہیں بس میرے آنے کا اِنتظار کرو، دیکھو میں اوپر آکر کیا کرتا ہوں''۔

اوپر سے آواز آئی: ''گھبراؤ نہیں بس میرے آنے کا اِنتظار کرو، دیکھو میں اوپر آکر کیا کرتا ہوں''۔

اب تو رمزی غصے میں بے قابو ہونے لگا تھا اور پورا زور لگا کر کہا :

اے بزدل! ہمت ہے تو باہر نکلو اور آکر مجھ سے مقابلہ کرو۔

جب بالکل یہی جواب اُس کے کانوں میں پڑا تو وہ بے تاب ہوکر

چوٹی پر چڑھنے لگا، تھوڑی ہی دیر میں تھک کر چور ہو گیا؛ مگر اُسے وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ اس نے سمجھا ہو نہ ہو وہ بچہ کہیں اور جا کر چھپ گیا ہو گا، چنانچہ وہ چٹان کے اوپر چڑھ گیا اور چاروں طرف آواز لگانے لگا اور دل ہی دل میں سوچ رہا ہے کہ اگر وہ بچہ مل گیا تو میں اُس کا برا حال کر دوں گا؛ مگر وہ بزدل بچہ' رمزی کے سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔

بہت دیر کے بعد رمزی کو اپنے باپ کی یاد آئی کہ اَب تک تو بھوک سے اس کا برا حال ہو گیا ہو گا۔ وہ سیدھا اپنے باپ کے پاس پہنچا اور اس نے سارا قصہ اپنے باپ کو کہہ سنایا۔ اس کے باپ نے اُسے ایک محاورہ سنایا :

وہ شخص جو اپنی من چاہی دوسروں کو سنانا چاہتا ہے،
اُسے وہ کچھ سننا پڑتا ہے جسے وہ سننا نہیں چاہتا۔

پیارے بچو! اگر رمزی کو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث یاد رہی ہوتی تو وہ اپنے آپ پر اِس طرح بے جا ظلم نہ کرتا :

''جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے
کہ وہ زبان سے اچھی بات نکالے یا پھر خاموش رہے''۔

مَنْ كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيومِ الأٰخِرِ
فَلْيَقُلْ خَيْرًا أوْ لِيَصْمُتْ

(صحیح بخاری: ۱۸/ ۴۳۷ حدیث: ۵۵۵۹)

[۳۱]

جھوٹ کی شامت

ایک دن ایک عورت اور مرد اپنا ایک مقدمہ لے کر کورٹ میں پہنچے۔ جج آیا اور سماعت شروع ہوگئی۔ پہلے عورت نے اپنا بیان دیا اور اپنے بغل میں کھڑے لاغر سے مرد کی طرف انگلیوں سے اِشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اِس نے میری آبرو پر حملہ کیا ہے اور میری عزت خاک میں ملا کر رکھ دی ہے۔

مرد نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا: یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اپنی بکریاں بیچنے کے بعد میں پیسوں کی گنتی میں لگا ہوا تھا کہ اِتنے میں یہ آئی، اور پیسہ دیکھ کر اپنی نیت' خراب کر بیٹھی۔ پھر اُس نے مجھے دھمکی دینا شروع کر دی کہ اگر تم مجھے یہ پیسے نہیں دیتے تو میں تمہارے لیے بڑے مسائل کھڑی کر دوں گی۔ جب میں نے پیسے دینے سے اِنکار کر دیا تو اس نے رونا دھونا شروع کر دیا۔

دونوں کا بیان سننے کے بعد جج اِس نتیجے پر پہنچ گیا کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا؛ مگر اس کے باوجود اس نے کہا کچھ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جج' مرد کی طرف متوجہ ہوا اور غصے سے کہا کہ تم نے اِس بے چاری پر حملہ کر کے اِس کی عزت' خاک میں ملا دی اور پھر میرے پاس جھوٹ کا پلندہ لے کر آئے

ہو۔ خیریت اِسی میں ہے کہ جو کچھ پیسے تمہاری جیب میں ہیں سب اِس عورت کے حوالے کردو؛ ورنہ تمہیں حوالات کی نذر کردیا جائے گا۔

یہ سن کر ہر شخص حیرت میں پڑ گیا؛ کیوں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جج کا ردعمل کچھ ایسا ہوگا۔ بہرحال! عورت نے خوشی خوشی مرد سے پیسے وصول کیے، اور جج کی تعریف کرتے ہوئے کورٹ سے باہر چلی گئی۔ عورت کے باہر نکلتے ہی جج نے مرد سے کہا کہ جاؤ اِس کا پیچھا کرو اور جس طرح بھی ہوسکے اپنے پیسے اِس سے واپس لینے کی کوشش کرو۔

یہ سن کر مرد ایک بار پھر چونکا؛ مگر چوں کہ جج کا حکم تھا، اس لیے جلدی سے نکل کھڑا ہوا، اس اُمید پر کہ شاید پیسے واپس مل جائیں۔

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دونوں پھر کورٹ میں پیش کیے گئے؛ لیکن اس بار اُس مرد کا برا حال تھا؛ کیوں کہ اُس کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا، کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور جسم کئی جگہ زخمی ہوگیا تھا۔

عورت نے غضبناک لہجے میں پہلے اپنی صفائی دینی شروع کی کہ جج صاحب! جو پیسے آپ نے مجھے دلوائے تھے یہ بے رحم اِنسان مجھ سے وہ چھیننے کی کوشش کرر ہا تھا۔

جج نے اس سے پوچھا: کیا اس نے اسے چھیننے کی کوشش کی تھی؟۔

عورت نے کہا: بالکل؛ لیکن میں نے اس میں سے اسے ایک آنا بھی لینے نہ دیا۔ یہ سن کر جج عورت کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ڈانٹتے ہوئے بولا :
بے شرم جھوٹی عورت! تم پہلی مرتبہ ایک شریف عورت کی طرح کس طرح دعویٰ کررہی تھی کہ اِس مرد نے تم پر حملہ کیا ہے۔ اگر وہ بات واقعتاً سچی ہوتی تو تم اِن پیسوں کے مقابلے میں اپنی عزت و ناموس کے بچاؤ کے لیے زیادہ بے جگری سے لڑتی؛ کیوں کہ یہ پیسے تو تمہارے تھے بھی نہیں، اور تم نے انھیں بچانے کے لیے اِس مرد کو لہولہان کردیا، یہ کام تو تم کو پہلے کرنا تھا، یہی تمہارے جھوٹ کے لیے کافی ہے۔ اب خیر اسی میں ہے کہ تم جلدی سے اِس آدمی کے پیسے اِس کے حوالے کردو۔

پیارے بچو! قبل اس کے کہ عورت اپنی صفائی کے لیے کوئی عذر پیش کرتی، جج نے اُسے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنادی :

''جھوٹ بولنے سے بچو کیوں کہ جھوٹ بدی کی راہ دکھاتا ہے اور بدی جہنم میں لے جاتی ہے''۔

إِيَّاكُمْ وَالكَذِبَ فَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ

(صحیح مسلم: ۱۳/۱۶ا حدیث: ۴۷۲۱)

[۳۳]

سچائی کی جیت

فہمی ایک غریب اِنسان کا بیٹا تھا؛ مگر ایک اچھے ماحول میں اُس کی تربیت ہوئی تھی۔ ماں باپ چوں کہ نیک اور شریف تھے اس لیے سچائی اور دیانت داری فہمی کی گھٹی میں پڑی تھی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ مدرسہ سے لوٹتے وقت فہمی اپنا قلم کہیں کھو بیٹھا، ادھر ادھر بہت تلاش کیا؛ مگر کہیں وہ قلم نہ ملا۔ بالآخر اسی غم میں وہ گلی کے ایک کنارے پر بیٹھ کر رونے لگا۔

ایک خوش لباس آدمی جب وہاں سے گزرا تو بچے کو روتا ہوا دیکھ کر وہ رک گیا اور اس سے رونے کا سبب دریافت کرنے لگا۔ جب اس شریف آدمی کو فہمی کا مسئلہ معلوم ہوا تو اس نے اپنی جیب سے ایک قلم نکالتے ہوئے پوچھا: تمہارا گمشدہ قلم یہ تو نہیں ہے؟۔

فہمی نے روتے ہوئے جواب دیا: نہیں یہ نہیں ہے۔ میرا قلم اِتنا خوبصورت اور اِتنا اچھا نہیں تھا!۔

شریف آدمی نیفہمی کی تعریف کرتے ہوئے کہا: چوں کہ تم ایک ایمان دار بچے ہو اور تم نے مجھ سے سچ سچ بتایا ہے؛ لٰہذا صلے میں تمھیں یہ قلم دیا جارہاہے،اسے قبول کرلو،اورخوشی خوشی گھر جاؤ۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ سچائی کی جیت کیسے ہوئی، اور سچ بولنے کے نتیجے میں اُسے کیا اِنعام ملا۔اِسی لیےتو ہمارے پیارے نبی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سچ بولنے کی نصیحت فرمائی ہے :

''سچ بولنے کی عادت بناؤ کیوں کہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے
اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے''۔

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى
الْبِرِّ
وَ إِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ

(صحیح مسلم:۱۳/۱۶احدیث:۴۷۲۱)

[۲۴]

گناہ کیا ہے؟

رمضان کے مبارک دن تھے، اور کریم' اِفطار کی تیاری کرنے کے لیے بازار سے کچھ سودا سلف خریدنے جارہا تھا۔ جب دوکان پر پہنچا تو وہاں ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی۔ جیسے جیسے اِفطار کا وقت قریب آتا جارہا تھا لوگوں کی بے چینی کے ساتھ بھیڑ بھی بڑھتی جارہی تھی۔

دوکان دار خود بھی مسلمان تھا، اس لیے لمبی قطار دیکھ کر وہ بھی فکرمند تھا اور انھیں جلدی جلدی فارغ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ جب کریم کی باری آئی تو افطار کا وقت بالکل سر پر آچکا تھا، اور دوکان دار اس وقت تک ذہنی طور پر بالکل ہی تھک چکا تھا۔ کریم نے پچاس روپے کا سودا خریدا اور سو کی نوٹ دوکاندار کو دی؛ مگر بجائے اس کے کہ کریم کو پچاس واپس ملتے دوکاندار نے اس سے بہت زیادہ روپے کریم کو لوٹائے۔ پہلے تو کریم کو ہچکچاہٹ محسوس ہوئی اور اس نے تعجب بھری نگاہوں سے دوکان دار کے چہرے پر دیکھا۔

دوکان دار نے پوچھا: کوئی بات تو نہیں ہے؟۔

کریم نفی میں جواب دیتا ہوا روپے لے کر چل پڑا۔ جب رات کھانے پر بیٹھا تو وہ بڑا فکرمند اور اندر سے ٹوٹا ہوا تھا۔ رات جب سونے کے لیے

بستر پر گیا تو اس کی ذہنی کوفت اور بڑھ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی نادیدہ اِنسان میرے ضمیر کو جھنجھوڑ کر مجھ سے پوچھ رہا ہے :

''کریم! تم نے یہ حرکت کیوں کی؟، وہ روپے چپکے سے رکھ لینے کا تمھیں کس نے حق دیا تھا جو اَصلاً تمہارے تھے ہی نہیں!''۔

کریم نے سوچا کہ اَب ماں سے چل کر ساری داستان کہہ دیتا ہوں؛ مگر پھر اُس نے فوراً اِرادہ بدل لیا اور ماں سے کوئی بات نہ بتائی؛ کیوں کہ اسے پتا تھا کہ ماں میری یہ حرکت سن کر غصے سے لال پیلی ہو جائے گی۔ پوری رات وہ یوں ہی بے چینی میں کروٹیں بدلتا رہا، کسی پہلو نیند نہ آئی۔ اور پھر صبح اُٹھ کر بھی وہ چین کی سانس نہ لے سکا۔

پیارے بچو! پھر کیا ہوا کہ بے قراری میں کریم کی نگاہ دیوار پر لگے کیلنڈر پر چلی گئی جہاں اُسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث لکھی نظر آئی جسے پڑھ کر وہ اور بے قرار ہوا پھر جا کر زائد روپے دوکاندار کے حوالے کر دیے، وہ حدیث پاک یہ ہے :

''وہ عمل' گناہ ہے جو تمہارے دل کو مضطرب رکھے،
اور تم لوگوں سے اُسے بتانا بھی پسند نہ کرو''۔

الإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ
وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

(صحیح مسلم:۱۲/۴۰۳ حدیث:۴۶۳۲)

[۳۱]

پڑوسی کا خیال

وسیم ایک ہونہار لڑکا تھا۔ مالدار گھرانے میں اُس نے آنکھیں کھولی تھیں، اس کا باپ اُس دور کا بہت بڑا تاجر تھا؛ اِس لیے وسیم کو اُس کی من چاہی ساری چیزیں بآسانی مل جاتی تھیں۔ مگر اسے یہ پتا نہ تھا کہ مفلس اور بے سہارا لوگ کیسے زندگی گزارتے ہیں!۔

ایک دن کی بات ہے کہ وہ گھر سے جیسے ہی فٹ بال کھیلنے کے لیے نکلا ایک کتے نے اُس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ اُس نے زور کی دوڑ لگائی؛ مگر کتے سے تیز تو نہیں دوڑ سکتا تھا، ناچار کتے نے اسے ایک تنگ راستے پر گھیر لیا وسیم نے جان بچانے کے لیے جست لگا دی، اور ایک پتھر سے ٹکرا کر لہولہان ہو گیا۔ دیر تک یوںہی بے ہوشی کے عالم میں پڑا رہا۔

جب اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اُس نے اپنے روبرو اپنی ہی عمر کا ایک لڑکا دیکھا اور اُس لڑکے کی ماں میرے زخم پر مرہم پٹی کر رہی تھی۔ انھوں نے مجھے کتے کے چنگل سے بچایا اور زخم کی صفائی کے لیے اپنے گھر لے کر چلے گئے۔

وسیم نے تہِ دل سے اُن کا شکریہ اَدا کیا۔اُن کا خستہ گھر اور معمولی قسم کے سامانِ زندگی دیکھ کر وسیم حیرت میں پڑ گیا۔جب کھانے کا وقت آیا تو اُن کا کھانا دیکھ کر اُسے وحشت ہونے لگی اور ایک لقمہ بھی اُس کی حلق سے نیچے نہ اُتر سکا۔

دوسرے دن وسیم جب گھر آیا تو اُس نے اپنی ماں سے فرمائش کر کے کچھ عمدہ کھانے بنوائے،جنھیں لے کر وہ اُس لڑکے کے گھر گیا اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھایا،اب اُسے محسوس ہوا کہ جیسے کچھ کھا رہا ہے۔پھر جلد ہی وہ آپس میں ایک دوسرے کے گہرے دوست بن گئے۔

پیارے بچو!وسیم ایک رحم دل اور مہربان قسم کا لڑکا تھا اسی لیے تو اس نے ان مفلوک الحال لوگوں کے ساتھ فرمانِ پیغمبر کے مطابق سلوک کیا :

''وہ مومن ہی نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر سوئے رہے

اوراس کے بغل میں اُس کا پڑوسی بھوکا رہے''۔

لَیُسَ بِالمُؤمِنِ الَّذِيُ یَبِیُتُ شَبُعَاناً

وَ جَارُہُ جَائِعٌ اِلٰی جَنُبِہٖ

(مستدرک حاکم:۲۷۰/۵حدیث:۲۱۲۶)

[۴۵]

چور پر اللہ کی پھٹکار

نوری ایک سنجیدہ، شریف اور سادہ قسم کا کسان تھا؛ مگر اُس کی سادگی دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ایک بے وقوف اِنسان ہے؛ کیوں کہ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھتا ہے اور کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتا تھا، اِلَّا یہ کہ کوئی ضرورت آن پڑے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک ایسے شخص نے نوری کا گدھا چوری کرلیا جو بڑا چرب زبان تھا اور جس کی عقلمندی کی لوگ داد دِیا کرتے تھے۔نوری نے دیکھا کہ گدھا تو چلا گیا اور اس کے بغیر کوئی کام بھی نہیں چل رہا تو پھر ایک دوسرا گدھا لینے کے اِرادے سے وہ بازار کی طرف نکل پڑا۔

بازار میں گھومتے گھومتے وہ ایک ایسی جگہ جا پہنچا جہاں خود اُس کا اپنا گدھا فروخت کے لیے بندھا ہوا تھا۔وہ دوکاندار کے پاس گیا اور کہا: یہ تو میرا گدھا ہے، گزشتہ ہفتہ کسی نے میرے گھر سے چوری کرلیا تھا، تمہیں کہاں سے ملا؟۔چور ایک بے غیرت قسم کا اِنسان تھا۔اس نے بے حیائی سے جواب دیا :

''شاید پہچاننے میں آپ کو غلطی ہوگئی ہے۔میں نے اس گدھے کو بچہ خریدا تھا اور اسے پال پوس کر اِتنا بڑا کیا ہے''۔

جب نوری نے چور کی یہ بات سنی تو فوراً اس کے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا۔اس نے اپنی گردن میں بندھے رومال کو لیا اور گدھے کو اوڑھا کر کہا :

اگر یہ واقعتاً تمہارا گدھا ہے تو بتاؤ کہ اِس کی کون سی آنکھ کانی ہے؟۔

ایک لمحے کے لیے چور ہچکچایا پھر جواب دیا: اس کی دائیں آنکھ۔

نوری نے گدھے کی دائیں آنکھ کھولی اور کہا کہ دیکھو کہ یہ دائیں آنکھ سے بالکل صحیح دیکھ رہا ہے۔چور نے کہا: اُوہ! معاف کرنا، مجھے مشابہت لگ گئی تھی، دراصل اس کی بائیں آنکھ کانی ہے۔نوری نے گدھے کی بائیں آنکھ کھولتے ہوئے کہا کہ''ایک بار پھر تم نے غلطی کی''۔یہ گدھا کانا تھا ہی کب!۔

یہ دیکھ کر لوگ جہاں نوری کی عقل مندی کا قصیدہ پڑھ رہے تھے وہیں دوسری طرف کچھ لوگ چور کی اچھی طرح خبر بھی لے رہے تھے۔

پیارے بچو! دیکھو ہمارے آقا علیہ السلام نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے :

''جب چور چوری کرتا ہے تو ایمان اُس سے دور چلا جاتا ہے''۔

لَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ

(صحیح بخاری:۲۱/۳۷ حدیث:۶۲۸۴)

[۳۶]

تکبر کی عادت

عالیہ ایک بہت ہی مغرور، اور گھمنڈی قسم کی لڑکی تھی؛ لیکن جب اس کے باپ کا اِنتقال ہوگیا تو اس پر اس کا بڑا گہرا اَثر پڑا۔ وہ ہمیشہ اپنے باغ میں تن تنہا کھیلا کرتی تھی، محلے کی کسی لڑکی سے اس کا کوئی ربط ضبط نہیں تھا حتیٰ کہ بغل کے گھر والی بدریہ سے بھی وہ بات چیت نہیں کرتی تھی۔ بدریہ کا قصور یہ تھا کہ وہ غریب گھر میں پیدا ہوئی تھی۔

ایک دن بدریہ دوڑتی ہوئی عالیہ کے باغ میں آئی اور کہنے لگی: عالیہ! میرے والد سخت بیمار ہیں، کسی لمحے اُن کا دم نکل سکتا ہے۔ نہ معلوم کیوں وہ اِس عالم میں تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ تم سے کوئی اہم وصیت کرنا چاہتے ہیں۔

عالیہ نے وہی اپنے پرانے مغرورانہ اَنداز میں کہا :

تمہارے باپ کی طرح مفلس آدمی سے کیا کسی اہم بات کی توقع رکھی جاسکتی ہے!۔ اور پھر تمہارے گھر سے ایسی بدبو پھوٹتی ہے کہ کوئی عزت دار اِنسان اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہے گا۔

بدریہ نا اُمید ہوکر چلی گئی مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر بھیگی پلکوں کے

ساتھ آئی اور آ کر کہنے لگی :

میرے والد واقعتاً کوئی اہم بات تم سے کہنا چاہتے ہیں۔اصل میں تمہارے باپ نے اپنی موت سے تھوڑی دیر قبل کچھ سونا کہیں دفن کر دیا تھا اوراس راز کی خبر میرے والد کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔تمہارے باپ نے میرے والد سے کہا تھا کہ عالیہ جب تک بڑی نہ ہوجائے اس وقت تک اس سے یہ رازنہیں بتانا،لیکن چوں کہ اب ان کے چل چلاؤ کا وقت آ گیا ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ تم کو اس سے آگاہ کر دیں۔ برائے کرم جلدی کرو۔

بدریہ کی بات سن کر عالیہ دوڑ پڑی؛ مگر بہت دیر ہوچکی تھی اور وہ مفلس آدمی موت کی آغوش میں سو چکا تھا۔عالیہ کو اپنی حرکت پر بہت غصہ آیا اور وہ خود کو کوس رہی تھی۔

پیارے بچو! عالیہ نے کیا صرف سونا ہی کھویا،نہیں بلکہ اس نے اپنے غرور و گھمنڈ کی پرانی عادت کی وجہ سے جنت پانے کا موقع بھی گنوادیا۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا اچھا پیغام اُمتیوں کو دیا ہے :

”وہ جنت میں نہیں جاسکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی گھمنڈ ہو“۔

لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ .

(صحیح مسلم:۱/۲۴۷ حدیث:۱۳۱)

[۲۷]

مقابلہ

حسن ایک ذہین لڑکا تھا۔بدقسمتی سے ایک کارحادثے میں اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں؛ مگروہ کبھی اپنی زندگی سے بیزار نہیں ہوا۔ ہر دن اس کی کوشش یہی ہوا کرتی تھی کہ کسی پر بوجھ بنے بغیر وہ زندگی کی کشتی کو آگے بڑھاتا رہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ کسی کا سہارا لیے بغیر بذاتِ خود گاؤں سے شہر اور شہر سے گاؤں جاتا اور چلا آتا تھا۔

اسی گاؤں میں مرتضٰی نامی ایک شریر لڑکا بھی رہتا تھا۔ایک دن مرتضٰی کو دل لگی سوجھی اوراس نے حسن کا مذاق اُڑانے کے لیے گاؤں سے شہر جانے کی اس سے بازی لگالی۔

حسن نے مقابلہ قبول کرتے ہوئے کہا کہ کوئی بات نہیں مگر میری ایک شرط ہے کہ اگر میں بازی مار لے گیا تو تمہیں اپنی کوٹ میرے حوالے کرنا ہوگی۔

یہ سن کر مرتضٰی ہنسا اور کہا ٹھیک ہے، اگر جیت گئے تو یہ کوٹ تمہاری۔

حسن نے ایک اور شرط کا اضافہ کیا کہ وقت کا انتخاب بھی میں کروں گا۔

مرتضٰی تو یہ سمجھ رہا تھا کہ چوں کہ حسن کبھی بھی یہ بازی نہیں جیت سکتا اس لیے اس نے ہاں کر دیا۔ حسن نے کہا کہ یہ مقابلہ گھپ اندھیری رات میں ہوگا۔ شہر کا راستہ ایک گھنے جنگل سے ہو کر گزرتا تھا، حسن کے لیے چوں کہ رات دن برابر تھے تو وہ اپنے معمول کے مطابق شہر پہنچ گیا۔ جب کہ مرتضٰی جنگل میں اُلجھ کر رہ گیا، گڑھوں میں گر گر کر اس نے اپنا برا حال کر لیا، اور درخت کی شاخوں نے اس کے چہرے کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ جب وہ شہر پہنچا تو دیکھا کہ حسن اس سے آدھے گھنٹے پہلے ہی شہر میں پہنچ چکا ہے۔

پیارے بچو! کاش بے چارے مرتضٰی کو آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی یہ حدیث قدسی یاد ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اتنی مشکلوں سے ہمکنار نہ کرتا :

''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ (لوگو!) عجز و اِنکسار کو اَپنا شیوہ بناؤ اور کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی پر فخر اور بڑائی جتائے''۔

إِنَّ اللّٰهَ أَوْحىٰ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا
حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ

(صحیح مسلم: ۲۴/۱۴ حدیث: ۵۱۰۹)

[۲۸]

پہلوان کون!

حلیم بڑا شہ زور قسم کا بچہ تھا۔اس کی طاقت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ وہ ایک ہاتھ سے بڑا بڑا اسٹول سیدھا اُٹھا لیتا تھا۔پورے اسکول میں کوئی بھی اُسے کشتی میں مات نہیں دے سکتا تھا۔وہ اکثر و بیشتر اپنے دوست نورین کے ساتھ کشتی لڑا کرتا تھا۔

ایک دن کی بات ہے کہ حلیم اور نورین دونوں اسکول کے صحن میں کشتی لڑنے لگے۔نورین نے بہت کوشش کی مگر بالآخر وہ کشتی ہار گیا۔

مارے غصہ کے وہ کلاس روم میں گیا اور حلیم کی ساری کتابیں اُس کے بستے سے نکال کر چھینٹ دیں۔

نورین کی یہ حرکت دیکھ کر حلیم غصے سے پاگل ہونے لگا،اپنے غصے پر قابو نہ پا کر وہ نورین کے اوپر کود پڑا اور اُس کی ناک پر ایک گھونسہ لگا دیا۔ نورین کی ناک سے خون کا پھوارہ بہنے لگا،سارا کپڑا اور درس گاہ کا فرش سرخ سرخ ہو گیا۔

اس کے ہم جماعت ساتھیوں نے جب اس کی یہ حرکت دیکھی تو انھیں بہت دُکھ ہوا اور پرنسپل سے جا کر شکایت کر دی۔

پیارے بچو! پرنسپل نے حلیم کو بہت ڈانٹا اور اسے اس کی حرکت پر تنبیہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی :

''طاقتور وہ نہیں جو اکھاڑے میں اپنے مقابل کو پچھاڑ دے

بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے''۔

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ

الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الغَضَبِ

(مؤطا امام مالک:۵/۳۹۲ حدیث:۱۴۰۹)

[۳۹]

بیلٹ کی کہانی

نبیل بہت ہی ضدی اور شریر بچہ تھا، سارے بھائیوں کو پریشان رکھنا اور انھیں مارتے پیٹتے رہنا اُس کا مشغلہ تھا۔ ہمیشہ گستاخانہ لہجے میں اِن سے اُن سے جھگڑے والی باتیں کرتا۔ اُس کی یہ حرکتیں دیکھ کر اُس کی ماں کو بہت غصہ آتا تھا، اکثر آبدیدہ ہو جاتی پھر اُسے پیار سے سمجھاتی :

پیارے! دوسروں کے اِحساسات کو ٹھیس نہ پہنچاؤ۔ اور اُن سے کبھی سخت و کرخت لہجے میں گفتگو نہ کرو۔ یہ سب بری باتیں ہیں۔

لیکن نبیل اپنی حرکتوں سے کہاں باز آنے والا تھا، وہ اپنی غلطی ماننے کے لیے کبھی تیار ہی نہ تھا۔ وہ کہتا کہ انھوں نے مجھے غصہ دلایا تو میں نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا، اس میں میرا کیا قصور ہے!۔

ایک دن اس کی ماں نے کہا کہ اگر آج شام تک تم کسی سے لڑے جھگڑے نہیں تو میں تمھیں وہ بیلٹ خرید دوں گی جس کی تم مجھ سے فرمائش کیے جا رہے ہو۔

نبیل کا اُس بیلٹ پر دل آ گیا تھا اور وہ اسے ہر حال میں لینا چاہتا تھا۔

اب اس کے بھائی اسے لاکھ غصہ دلا رہے ہیں مگر وہ بپھرنے اور غصہ ہونے کو تیار نہیں؛ کیوں کہ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے اپنے غصے کو قابو میں رکھنا ہے۔

جب شام ہوئی تو اس کی ماں نے اسے بلایا اور کہا: بیٹے نبیل! جس طرح تم نے ایک بیلٹ کے لیے اپنے غصے کو کنڑول کرلیا اسی طرح اللہ کی رضا کے لیے بھی ایسا ہی کرو۔ دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غصہ پر قابو رکھنے والوں کے لیے کتنے عظیم اِنعام کا وعدہ فرمایا ہے :

’’جو حق پر ہونے کے باوجود کسی سے بدلہ نہ لے (اپنے غصے کو قابو میں رکھے) اس کے لیے جنت کے بیچوں بیچ ایک محل تعمیر کیا جائے گا‘‘۔

مَنْ تَرَکَ الْمِرَاءَ وَ هُوَ مُحِقٌّ

بُنِيَ لَهُ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ

(سنن ترمذی: ۷/۲۷۱ حدیث: ۱۹۱۶)

[۴۰]

نیکی کا بدلہ

ایک نیک بادشاہ رات کو بھیس بدل کر گشت کیا کرتا تھا؛ تا کہ لوگوں کا اصلی حال دیکھ کر جہاں تک ہو سکے اُن کی تکلیفیں دور کر دیا کرے۔

جاڑے کے موسم میں وہ ایک رات شہر کے باہر کسی ویران مکان کے پاس سے گزر رہا تھا کہ دو آدمیوں کے بولنے کی آواز آئی۔ کان لگا کر سنا تو ایک آدمی کہہ رہا تھا: لوگ بادشاہ کو خدا ترس کہتے ہیں؛ مگر یہ کہاں کی خدا ترسی ہے کہ وہ تو اپنے محلوں میں نرم وگرم بستروں پر سو رہا ہو اور مسافر جنگل کی اِن برفانی ہواؤں میں مریں۔ خدا کی قسم! اگر قیامت کے دن وہ بہشت میں بھیجا گیا تو میں اُسے کبھی نہ جانے دوں گا۔

دوسرے نے کہا، اَرے بھائی! حکومت میں خدا ترسی کہاں؟۔ یہ خوشامدیوں کی باتیں ہیں۔ یہ سن کر نیک بادشاہ واپس چلا آیا اور محل میں پہنچ کر حکم دیا کہ دو غریب مسافر جو شہر کے باہر فلاں جگہ پڑے ہوئے ہیں انھیں اِسی وقت لے آؤ اور کھانا کھلا کر آرام سے سلا دو؛ چنانچہ فوراً حکم کی تعمیل ہو گئی۔

صبح جب دن چڑھا تو بادشاہ نے مسافروں کو بلا کر کہا: بھائیو! شہر کے

باہر تمہیں تکلیف تو ضرور ہوئی؛ مگر یہ تمہارا قصور تھا کہ گیارہ بجے رات تک بھی شہر میں نہ آئے اور دروازہ بند ہوگیا، پھر بھی میں نے آج شہر کے باہر ایک سرائے بنانے کا حکم دے کر تم سے صلح کر لی ہے۔ امید ہے کہ تم بھی اب قیامت کے دن مجھ سے دشمنی نہ رکھو گے۔

مسافروں نے شرمندگی سے سر نیچا کرلیا اور بادشاہ کی نیکی کے گیت گاتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

''جو کسی مومن کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کرے، اللہ تعالیٰ عرصہ قیامت کی اس کی بڑی مشکلیں آسان فرمادے گا''۔

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَومِ القِيَامَةِ

(صحیح مسلم:۲۱۲/۱۳حدیث:۴۸۶۷)

چالیس حدیثیں! کیا اور کیوں؟

جمع وتدوینِ قرآن کے بعد اَحادیثِ نبویہ کے حفظ وضبط پر جن اَسباب وعوامل نے صحابہ وتابعین کو آمادہ کیا ان میں اُن بشاراتِ مصطفوی کا بھی ایک خاص مقام رہا ہے جن کی وجہ سے علماے اُمت کے لیے چمنستانِ اَحادیث کے گل پاروں اور بحر آثار کے قطروں کو محفوظ کرنا ایک اَہم علمی وظیفہ اور دینی خدمت بن گیا۔ مثلاً :

اللہ اس شخص کو شاد وآباد رکھے جو میری حدیث سن کر اسے یاد کرے اور پھر پوری ذمہ داری سے اسے دوسروں تک پہنچادے...... میرا جو کوئی اُمتی دینی معاملات سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر اَربابِ علم وفقہ کے ساتھ فرمائے گا۔

یوں ہی فقیہ ابواللیث سمرقندی نے 'بستان العارفین' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد نقل کیا ہے کہ چالیس حدیثوں کو اگر کوئی اَزبر (حفظ) کرلے تو یہ اس کے حق میں چالیس ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اور بعض روایات میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حدیث کے بدلے قیامت کے دن اسے نور عطا فرمائے گا۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ حدیث ''من حفظ علیٰ اُمتی'' کے تحت رقم طراز ہیں: ''علماے کرام فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مراد ومقصود لوگوں تک چالیس اَحادیث کا پہنچانا ہے۔ چاہے وہ اسے یاد نہ بھی ہوں اور ان کا معنی بھی اسے معلوم نہ ہو۔ (اشعۃ اللّمعات، مترجم:۱/۱۸۶)

مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس حدیثوں کے حفظ ونقل پر جو عظیم بشارت دی ہے اس کے پیش نظر خیرالقرون سے اَب تک فضیلت وثواب کی تحصیل

اور سعادتِ دارین کے حصول کی خاطر علماے اُمت نے نہ صرف اربعین اَحادیث کا تحفظ کیا؛ بلکہ زبانی یا تحریری طریقہ سے انھیں دوسروں تک پہنچانے کا بھی خوبصورت اہتمام فرمایا ہے۔

اَربعین نویسی' علوم حدیث کی علمی دلچسپیوں کا ایک مستقل باب ہے۔ تذکرہ نگاروں کی روایات اور مورخین حدیث کی تفصیلات کے مطابق حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ پہلے محدث ہیں جنھوں نے اس فن پر پہلی اربعین مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں علم حدیث، حفاظت حدیث، اور حفظ حدیث کی علمی اور عملی ترغیبات نے اربعین نویسی کو ایک مستقل شعبہ حدیث بنا دیا۔ اس ضمن میں کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں اربعین کے سینکڑوں مجموعے اصولِ دین، عبادات، آدابِ زندگی، زہد وتقویٰ اور خطبات و جہاد جیسے موضوعات پر مرتب ہوتے رہے۔ ان میں سے ستر مجموعوں کا تذکرہ صرف 'کشف الظنون'' میں ملتا ہے۔

برصغیر میں بھی اربعین نویسی کا ذوق رہا اور اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی تک بہت سے مجموعے ہمارے سامنے ہیں۔ اَربعینات کی فہرست میں ''اربعین نووی'' سب سے ممتاز، معتبر اور نمایاں کام ہے؛ جس میں امام نووی علیہ الرحمہ نے متقدمین علما کے بکھرے مقاصد کو یکجا فرمادیا ہے یعنی ایسی حدیثوں کا اِنتخاب فرمایا جو دین وشریعت کی بنیاد واُصول بھی ہیں اور اَعمال و اَخلاق اور تقویٰ وطہارت کی اَساس بھی، اور پھر کمال یہ کہ انھوں نے صحت کا بھر پور اِلتزام فرمایا ہے بلکہ اکثر اَحادیث 'صحیحین سے ماخوذ ہیں۔

تو اَسلافِ اُمت کے نقش قدم کی اِتباع اور فضیلت و سعادتِ دارین کے حصول کی حرص میں ہم نے بھی ایک نئے اَنداز سے اِس موضوع کو نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اور اِنتخابِ اَحادیث کے لیے صحاحِ ستہ ہی کو مدار بنایا ہے۔ اُمید ہے کہ ہماری یہ کاوش بہ نگاہِ تحسین دیکھی جائے گی۔ **وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ** o

کتابیات:

- قرآن کریم ۔ابتدائے نزول: ٦١٠ء- انتہائے نزول: ٩رذی الحجہ١٠ھ/ ٦٣٢ء
- مؤطا إمام مالک : امام مالک بن انس مدنی [١٧٩ھ]
- مسند امام احمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [٢٤١ھ]
- صحیح بخاری : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [٢٥٦ھ]
- صحیح مسلم : امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری [٢٦١ھ]
- سنن ابن ماجه : امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [٢٧٣ھ]
- سنن ابی داؤد : امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث [٢٧٥ھ]
- جامع ترمذی : امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی [٢٧٩ھ]
- المستدرک : امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری [٤٠٥ھ]
- مسند الشهاب القضاعي : ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی شافعی [٤٥٤ھ]
- شعب الايمان للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [٤٥٨ھ]
- المقاصد الحسنة للسخاوي : شمس الدین عبدالرحمٰن سخاوی [٩٠٢ھ]
- کنز العمال : علاءالدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری [٩٧٥ھ]

وقت ہزار نعمت

اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

وقت' ایک عظیم نعمت اور خداوند قدوس کی عطا کردہ بیش قیمت دولت ہے۔ قوموں کے عروج و زوال میں 'وقت' نے بڑا اَہم کردار اَدا کیا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں نے وقت کے ساتھ دوستی رچائی، اور اپنی زندگی کے شام و سحر کو وقت کا پابند کرلیا، وہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے میں کامیاب ہوگئیں، صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کردیا، اور زمانے کی زمامِ قیادت اپنے ہاتھوں میں تھام لی؛ لیکن جو قومیں 'وقت' کو ایک بیکار چیز سمجھ کر یوں ہی گنواتی رہیں تو وقت نے انھیں ذلت و نکبت کی اَتھاہ گہرائیوں میں ایسا ڈھکیل دیا کہ دور دور تک کھوجنے سے آج اُن کا نام و نشان تک نہیں ملتا!۔ لہٰذا ہوش کے ناخن لیں، اور اللہ تعالیٰ نے وقت کی شکل میں جو عظیم نعمت دے رکھی ہے اس کی قدر کریں؛ ورنہ یہ نعمت بہت جلد چھن جانے والی ہے، اور پھر کفِ اَفسوس ملنے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ وقت کی قدر و قیمت کے تعلق سے ایک بیش بہا تحفہ۔

علامہ ابن جوزی -۵۹۷ھ- کی دِل اَفروز نصیحت

اپنے لختِ جگر کے لیے

اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

عزیز بیٹے! جسے دولتِ عرفان نہیں ملتی وہ دنیا کی عمر کو بہت زیادہ سمجھتا ہے؛ لیکن پسِ مرگ اُسے معلوم ہوجائے گا کہ دُنیا کا قیام کتنا مختصر تھا۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو ساٹھ سال کی زندگی ملی، تیس سال تو اُس نے سونے میں گنوادیے، اور قریباً پندرہ سال بچپن کے لااُبالی پن میں گزر گئے۔ اَب جو باقی بچے، اُن کا اگر دیانت داری سے جائزہ لو تو زیادہ تر اَوقات لذات و شہوات اور کھانے کمانے کی نذر ہوگئے۔ اَب جو تھوڑی بہت کمائی آخرت کے لیے کی تھی اُس کا اکثر حصہ غفلت اور ریا و نمود کی نحوست سے اَٹا ہوا ہے۔ اَب بتاؤ وہ کس منہ سے حیاتِ سرمدی کا سودا کرے گا، اور یہ سارا کا سارا سودا انھیں گھڑیوں اور سانسوں پر موقوف تھا!...... حدیث پاک کے مطابق ''سبحان اللہ و بحمدہٖ'' پڑھنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ لگادیا جاتا ہے، بیٹے! اَب ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ زندگی کے قیمتی لمحات کو برباد کرنے والا کتنے بہشتی باغات کھو بیٹھتا ہے!!!۔

[موت کیا ہے؟] اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

یہ کتاب' فکرِ آخرت کی لَو تیز کرنے کی ایک کڑی ہے،اور دنیا برتنے کا سبق دیتی ہے۔ نیز اِس دنیا سے چل چلاؤ کے وقت مومن کن کن نعمتوں اور اِنعامات سے بہرہ ور کیا جاتا ہے ان پر روشنی بھی ڈالتی ہے۔ مرنا چوں کہ ہرایک کو ہے اس لیے یہ کتاب ہرکسی کے مطالعہ سے گزرنا چاہیے اور اپنی زندگی وموت کی کنہ وحقیقت سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کائنات کی بقیہ چیزوں میں اِختلاف کے شوشے تو نکال لیے جاتے ہیں؛ مگر جگ جگ روشن ہے کہ بس موت ہی ایک ایسی حقیقت ہے جس کی بابت کیا مولوی، کیا حکیم، کیا فلسفی، کیا منطقی کسی کو کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا ہے۔ اس کتاب میں کیا کچھ پنہاں ہے اس کا اندازہ پڑھنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ یہ کتاب دراصل امام سیوطی کی مشہور کتاب: بشری الکئیب بلقاء الحبیب کا سلیس ورواں ترجمہ ہے۔

[مرنے کے بعد کیا بیتی؟] اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

یہ کتاب دراصل پس اِنتقال خواب میں دیکھے جانے والوں کے کوائف واَحوال پر مشتمل ایک وجد آفریں مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا ہر ہر واقعہ اور مرنے والوں کی ایک ایک بات' جہاں عبرت آموز ونصیحت خیز ہے، وہیں ذہن ودماغ کو جھنجھوڑنے اور انقلاب لانے والی بھی ہے۔ پڑھتے پڑھتے کہیں کہیں آپ اَشک بار ہوجائیں گے تو کہیں تبسم زیرلب سے شادکام ہوتے نظر آئیں گے۔ یہ واقعات ہمیں اپنی اِصلاح کی دعوت دیتے ہیں اور آخرت کی یاد بھی دلاتے ہیں، اپنے عمل کے محاسبے پر بھی اکساتے ہیں اور رحمت خداوندی سے مایوسی کے اَندھیروں سے بھی چھٹکارا دلاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سرخیل اَتقیا، حضرت جنید بغدادی - رحمہ اللہ - (متوفی:۲۹۷ھ) کو وصال کے بعد کسی نے عالم خواب میں دیکھ کر دریافت کیا: اے ابوالقاسم! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، نیز آپ ہمیں اُس جنس گراں مایہ کے بارے میں آگاہ فرمائیں جس کی مانگ' جہانِ برزخ میں زیادہ ہے؟۔ تو آپ نے فرمایا: رکوع وسجود، قیام وقعود، کشف وکرامات اور مراقبہ ومجاہدہ سب معدوم ہوگئے اور مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے، بجز اُن چند رکعتوں کے جنہیں میں نے نیم شبی کی خلوتوں میں اَدا کیا تھا۔

ملنے کا پتہ: نعمانی بک ڈپو، مچھلی منڈی، پانڈے کٹرا، چریاکوٹ، مئو، یوپی